سعیدِ ازل

سعیدِ ازل

مرتّبہ

سیّد محمد اسلم تسنیم

سعیدِ ازل

-: مرتبہ :-

سید محمد اسلم تسنیم

سعیدِ ازل

سنِ اشاعت

ماہِ رمضان سنہ ۱۴۰۰ھ

ماہِ صادر البدیع ۱۵۹

ماہِ اگست سنہ ۱۹۸۰ء

○

اشاعت اوّل

○

○

قیمت دس روپے

○

:- پیش کردہ :-

مکتبہ کاشفیہ پاکستان
۴-اے ۱/۵ لانڈھی کالونی نمبر ۵
:- کراچی :-

ایک فکر انگیز علمی و تحقیقی نشست

کی

یادگار تفصیلات

ذہنِ انساں را منوّر کردہ ائی
ای چراغِ دیدہ و دل السّلام
نقشِ پایت ہست ہرجا ضَوفگن
ای نشانِ راہِ منزل السّلام

علامہ ڈاکٹر سید چندامیاں طالب

قرار دادِ مجلس عمل

قبلۂ عالم حضرت زندہ شاہ مدار کے سالانہ عرس کی تقریبات کے سلسلے میں مکتبۂ کاشفیہ پاکستان کی مجلس عمل کا اجلاس زیرِ صدارت علامہ ڈاکٹر سید چندامیاں طالب مورخہ ۲۹ر مارچ ۱۹۸۰ء بروز جمعرات بوقت ۸ بجے شب بمقام کاشفیہ ہال منعقد ہوا جس میں اتفاقِ رائے سے قرار داد منظور کی گئی۔

"سالانہ تقریب میں ملک کے ممتاز دانشوروں کو مدعو کیا جائے اور ان سے یہ گذارش کی جائے کہ وہ حبات الولی، سعیدِ ازل، قطب الاقطاب، قطب المدار حضرت سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار کی حیاتِ پاکیزہ، تعلیمات اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے خیالات سے مستفیض فرمائیں، اس سلسلے میں دانشوروں کے نام تجویز کیئے گئے۔"

اِس سلسلے کی پہلی نشست جس کی صدارت کے فرائض جناب صادق علی بابومیاں نے انجام دیئے مورخہ ۲۳ر اپریل ۱۹۸۰ء کو کاشفیہ ہال میں منعقد ہوئی اِس میں جن دانشوروں کو مدعو کیا گیا اُن میں ماسوا جناب محمد شبیر علمدار بریلوی کے سب کا تعلق کراچی سے ہے جنہوں نے شریکِ اجلاس ہوکر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار تحریری اور تقریری طور پر کیا۔

مکتبۂ کاشفیہ پاکستان، شریکِ اجلاس دانشوروں کے اظہارِ خیالات کو نہ صرف یہ کہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے

بلکہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم جز تصور کرتا ہے اس عظیم مقصد کے پیش نظر تمام دانشوروں کے تاثرات حرف بہ حرف جو انہوں نے تحریری اور تقریری طور پر پیش کیئے ہیں کتابی صورت میں ترتیب دیکر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اس سعی میں مکتبہ کاشفیہ پاکستان کس حد تک کامیاب ہے اس کا انحصار قارئین کرام کی نگاہِ استحسان پر ہے۔

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

ہمارے وطنِ عزیز پاکستان میں خاص طور پر بعض علمی اداروں اور کتب خانوں نے اپنے مخصوص اندازِ فکر کے تحت بہت سے بزرگوں کے حالات مختلف کتب کے ذریعے عوام تک پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے ساتھ ہی بہت سے ایسے جلیل القدر بزرگوں کو اپنے صفحات میں جگہ بھی نہیں دی ہے جن کی عظیم خدمات ہیں اور ان کے وابستگان بھی بھاری تعداد میں موجود ہیں اِن بزرگوں کے حالات سے روشناسی کا سلسلہ قریب قریب گزشتہ کئی برسوں سے منقطع ہو چکا ہے۔ اِس سلسلے میں ایک عظیم بزرگ حضرت شاہ مدارؒ کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جن کو گذشتہ برسوں سے مسلسل حرفِ نظر کیا جاتا رہا ہے۔ اگر اہلِ سلسلہ کی تصانیف اور ماضی کی بچی کھچی کتب و تواریخ میں اُن کا تھوڑا یا محدود تذکرہ نہیں ملتا تو شاید آج ہم اور آئندہ آنے والی ہماری نسلیں اپنے عظیم محسن بزرگ حضرت شاہ مدارؒ کے حالات و واقعات اور تعلیمات و کرامات سے قطعی طور پر نا آشنا ہوتیں جس کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں دیگر اقوام کے بے شمار افراد کلمۃِ الحق پڑھ کر داخل اسلام ہوئے اور اُن میں سے بہت سے لوگوں نے دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت میں

اپنی عمریں گزار دیں اُن کی اولاد زندگی کے مختلف مرحلوں سے گزرتی ہوئی آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے اور اپنے عظیم محسن سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتی ہے یہی وہ عوامل تھے جو اہلِ سلسلہ کی توجہ کا سبب بنے جس کے تحت غور و فکر کے بعد سالانہ عرس مبارک کی تقریبات کے موقع پر مکتبۂ کاشفیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام ایک کنونیشن منعقد ہوا جس کا تذکرہ گیارہ سو چون سالہ جشن ولادتِ شاہ مدارؒ میں موجود ہے اِس کنونیشن میں چاروں صوبوں سے مشائخین سلسلہ نے بھاری تعداد میں شرکت کی تھی۔ اِس کنونیشن کی صدارت کے فرائض علامہ ڈاکٹر سید جندا میاں طالب کے سپرد کیئے گئے۔ انجمن مدارِ عالیہ سرگودھا رجسٹرڈ کے سکریٹری جنرل پیر صابر علی شاہ مرحوم نے علامہ ڈاکٹر سید جندا میاں کے علم و فضل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا اور گذارش کی کہ وہ اہلِ سلسلہ کی مقامی و غیر مقامی، علمی و ادبی تنظیموں اور اصلاح معاشرہ کی تحریکوں کی سرپرستی فرماتے ہوئے اُن کی فلاح و بہبود کے لیئے موثر انداز میں ٹھوس کام کریں اور حضرت قطبِ عالم شاہ مدارؒ کے حالات و تعلیمات اور خدمات کو جو گذشتہ صدیوں سے متاثر ہو رہی ہیں اُجاگر کرنے کے سلسلے میں اقدامات کریں پیر صابر علی شاہ کی اِس تجویز کی تائید رحمت علی شاہ (بھاولپور) بابا عید رشاہ (ٹنڈو جان محمد) اور دیگر مشائخین نے کی اور مشائخین کے تعاون و حمایت کا یقین دلایا تھا علامہ سید جندا میاں صاحب نے مشائخینِ سلسلہ کے بیحد اصرار پر اِس ذمہ داری کو قبول کیا تھا اور جب ہی سے آپ نے دیگر مصروفیات کے ساتھ تبلیغی سرگرمیوں کو بھی تیز کر دیا تھا مگر کئی ایسے بزرگ دنیا سے پردہ کر گئے جو سرگرمیوں میں شریک ہوا کرتے تھے جب موصوف نے خود کو اِس میدان میں تنہا محسوس کیا تو تبلیغی رخ ایک موثر انداز میں تبدیل کر دیا۔ جگہ جگہ مجالس و محافل منعقد کیں۔ تحقیقی مضامین لکھے اور

کتب کی صورت میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ "عرفانِ علم و عمل" "اپنی منزل" "مدارؒ کا چاند" "تاریخ بدیع" آپ ہی کی تالیفات ہیں اور "بزم مناقب" "حی المدار جدید" گیارہ سو چون سالہ جشنِ ولادت شاہ مدارؒ" شہرِ غزل بھی آپ ہی کے فیضِ دوام سے منسلک ہیں اِس کے علاوہ زیرِ طبع "سفر نامہ حضرت شاہ مدارؒ" (منظوم) بھی جو مدار عالیہ ادب کی مستند اور منفرد کتاب ہے آپ ہی کی تالیف ہے۔ مختصر یہ کہ علامہ ڈاکٹر چندا میاں صاحب نے نہ صرف مکتبۂ کاشفیہ کے زیرِ اہتمام اپنی تدقیقی و تحقیقی کاوشوں کے ذریعے حضرت قطبِ عالم شاہ مدارؒ کے حالات و تعلیمات اور خدمات سے اہلِ پاکستان کو مختلف انداز میں روشناس کرایا بلکہ مختلف اداروں اور تنظیموں کے قیام پر زور دیتے ہوئے جگہ جگہ وابستگانِ سلسلہ میں مایوسیوں کو دور کیا اور اسلامی طرزِ معاشرت کے ساتھ نئی زندگی کا احساس پیدا کیا۔ مشائخینِ کرام نے بھی آپ کی تحریرات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور آپ کی حوصلہ افزائی کی جب آپ کو مشائخین کرام کا اعتماد حاصل ہو گیا تو آپ نے حضرت شاہ مدارؒ کے حالات پر ملک کے دانشوروں کو رجوع کرنے کے پروگرام مرتب کیا تاکہ ملکی دانشور حضرت کے حالات و واقعات تعلیمات و تصرفات اور کرامات و خدمات تحقیق کے ذریعے مستند انداز میں عوام کے سامنے پیش کر سکیں جس سے اہلِ سلسلہ اور دوسرے عقیدت مند حضرات زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کر سکیں اور اسلامی اقدار کو فروغ دینے میں کوئی موثر کردار ادا کر سکیں اس سلسلے کی پہلی نشست ۲۳ اپریل ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوئی جس کی تفصیلات بصورت کتاب بعنوان "سعیدِ ازل" پیش کی جا رہی ہیں سعیدِ ازل سے منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حریم صمدیت۔ گلزارِ مدارؒ۔ حی المدارؒ۔ حصولِ صمدیت اور مدارِ اعظم جیسی اہلِ سلسلہ کی کتب نے حضرت شاہ مدارؒ کو ولیٔ ازلی اور سعیدِ ازل سے معنون کیا ہے۔ عالم رویا میں جو نعمتیں عطا ہوئیں وہ ازل سے مقسوم میں لکھی تھیں

چنانچہ اِس نام مبارک "سعیدِ ازل" کو جو حضرت شاہ مدارؒ کے مرتبۂ

قطب المدارؒ سے ایک خاص نسبت اور ایک خاص مواصلت رکھتا ہے ایک خاص طریق سے ایک خاص مقام پر جلوہ گری کے لئے پیش کیا ہے۔ کیونکہ کتاب سعید ازل میں جن دانشوروں کے خیالات ایک جگہ جمع کر کے شائع کئے جا رہے ہیں وہ ایک ایسی فکر انگیز علمی و تحقیقی نشست کی یادگار تفصیلات ہیں جو اپنی نوعیت کی پہلی نشست ہے، مکتبۂ کاشفیہ نے دانشوروں کی تقاریر اور تحریرات کو بغیر کسی تحریف کے حرف بہ حرف شائع اِس لئے کیا ہے کہ دانشوروں کا اپنا اپنا خیال اور اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس قارئین کرام کو ہو اور وہ اپنی مرضی سے جس دانشور کی جس بات کو پرکھنا چاہیں اور تاریخی شواہدات کی رو سے موازنہ کرنا چاہیں کرسکیں کیونکہ کسی کی کوئی بات آسمانی صحیفہ نہیں جو حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہو اور ہم بھی یہ دعویٰ کریں کہ یہ حرفِ آخر ہے بات تو صرف اِتنی سی ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ کے حالات سے روشناسی کا سلسلہ گذشتہ برسوں سے نہ ہونے کے برابر ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے جس کی وجہ سے نئی نسلیں اپنے ایک ایسے بزرگ کے حالات سے باخبر نہیں رہ سکیں گی جس کے احسانات ان کے اجداد پر ہیں۔ بلکہ وہ اِن احسانات کو بھی فراموش کرسکتی ہیں، ہم نے اُن کی یاد دہانی کے لئے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور چاہتے یہ ہیں کہ حضرت شاہ مدارؒ کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہ جائے جس سے تھوڑا یا بہت تعلق رہا ہے بلکہ ہر بات تحقیق کے ذریعے سامنے آجائے تاکہ ہر بات کی اصلیت تک پہنچنے میں کوئی دشواری باقی نہ رہے اِس عظیم مقصد کے پیشِ نظر دانشوروں کے خیالات سے روشناسی کا سلسلہ قائم کیا ہے اگر زندگی رہی اور ملکی دانشوروں نے اِسی طرح عرق ریزی کے ذریعہ حضرت شاہ مدارؒ کے حالات پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا تو انشاءاللہ اچھے سے اچھے انداز میں اُن کو پیش کیا جاتا رہے گا۔

فقط

مکتبۂ کاشفیہ پاکستان

ڈاکٹر سید حیدر میاں طالب نے اپنی طویل نظم "سفر نامہ شاہ مدار" سے جو زیر طبع ہے چند اقتباس پیش کئے۔

اک روز چل رہا تھا کسی رہگذار پر
چھایا ہوا تھا ابر سرِ کوہسار پر

منظر تھا دلنشین ہوائیں تھیں کیف بار
پھولوں پہ تھی بہار، تو سبزہ بہار پر

اُٹھی مری نگاہ کسی سمت بس یونہی
دیکھا تو اک ہجوم تھا اک رہگذار پر

پہنچا وہاں قریب تو دیکھا نگاہ نے
رقصاں تھے لوگ نغمۂ شاہِ مدار پر

لوٹا اُسی خیال میں گھر آکے سو گیا
چھایا ہوا تھا کیف دلِ بیقرار پر

بخشا مدار نے مجھے دیدار کا شرف
آئے وہ میرے خواب میں دل کی پکار پر

وہ خواب تھا کہ میری تو کایا پلٹ گئی
میں ہو گیا نثار جمالِ مدار پر

دن رات صرف ایک ہی دھن میں مگن رہا
لکھوں میں خونِ دل سے قصیدہ مدار پر

اک امتحاں تھا گویا مری فکر و شوق کا
اللہ کا کرم رہا مجھ خاکسار پر

○

حضرت نے پھر وہاں سے کیا طوسؔ کا سفر
مشرق میں بحرِ خضرؔ سے جو ہے کنار پر

ہاں طوسؔ کے بھی لوگ بڑے دیندار تھے
تعریف جن کی آئی زبانِ مدار پر

○

کچھ دن قیام بعد بخاراؔ کی راہ لی
تھا اُن دنوں میں شہرِ بخاراؔ بہار پر

یہ شہر شہرِ علم تھا اور اہلِ شہر سب
ہوتے تھے مہربان ہر اک دیندار پر

○

کچھ دن قیام کر کے کیا عزم تاشقند
یہ شہر بھی تھا اُن دنوں عہدِ بہار پر

رہ کی مسافتوں کے نتیجے میں شہ ملدار
پہنچے ثمر کے شہر، رہِ اختصار پر

○

قریہ سے ایک شہ کا گذر جب وہاں ہوا
آباد کچھ یہود تھے ایک رہگذار پر

دینِ محمدیؐ کے مخالف تھے اس لئے
کرتے تھے لعن طعن وہ مسلم کبار پر

سُن کر کلامِ حق کو وہ حیران رہ گئے
جو گفتگو کی شاہ نے علمی وقار پر

کی ترک اپنی راہ ہوئے شہ کے معترف
کیں مہربانیاں بھی شہِ ذی وقار پر

○

پھر عازمِ سفر وہ ثمر قند سے ہوئے
چلنے لگے وہ ایک حسیں رہگذار پر

اک قافلے کے لوگ ہوئے شہ سے ملتجی
شہ کا یقیں تھا رحمتِ پروردگار پر

مقبولِ بارگاہ ہوئی شاہ کی دعا
صحت ہوئی نثار کسی شیر خوار پر

پھر اہلِ قافلہ ہوئے قربان اِس طرح
آئے بصد خلوص رہِ انکسار پر

جو راہِ طوس تک رہے پھر شہ کے ہمسفر
گرمِ سفر تھے شاہ رہِ مستعار پر

○

راہِ سفر میں "احمدِ مسروقؒ" مل گئے
دعوت کا راز وا کیا قطب المدارؒ پر

○

پھر نیشاپور و موصل و دجلہ سے الرحا
ہوتے ہوئے وہ پہنچے حلب میں چنار پر

○

لیکر جو بایزید چلے شہ مدارؒ کو
پہنچے وہ بیتِ مقدسِ گردوں وقار پر

تھی مسجدِ خلیل سے ملحق قیام گاہ
پھر کر لیا قیام وہاں اختیار پر

مسجد میں شیخ لے گئے شاہِ مدارؒ کو
طیفور[1] مہربان ہوئے شاہِ مدارؒ پر

بیعت لی صحنِ بیتِ مقدس میں بیٹھ کر
عرفاں کے باب وا کئے قطب المدار پر

[1] شیخ محمد طیفور بایزید بسطامیؒ

پھر خرقہ زندہ صوف عطا کر کے شیخ نے
رخصت کیا یہ کہہ کے کہ چھا جا بہار پر

○

جب بارشِ کرم ہوئی لوگوں نے یہ کہا
"دار و مدارِ زیست ہے حی المدارؒ پر"

○

مکّے سے جب وہ پہنچے مدینے تو شام کو
حاضر ہوئے مزارِ نبی الخیار پر

ورِدِ زباں درود تھا شاہِ مدارؒ کی
اک غلبہ بیخودی کا تھا حی المدارؒ پر

تشریف لائے سرورِ کونینؐ پھر وہاں
انوار چھا رہے تھے نبیؐ کے مزار پر

سرورؐ نے شاہ سے کہا لختِ جگر مرے
مقصود امتحان ترا ہے دیار پر

تبلیغِ دین کے لئے ہندوستان جا
چھایا ہوا ہے کفر وہاں روزگار پر

اے نورِ عین تیری ضرورت ہے ہند کو
جا تیرا انتظار ہے کدّو نگار پر

سنکر یہ حکم عازمِ ہندوستان ہوئے
سرکار کا اثر ہوا حی المدار پر

○

شہ کی جنیدؒ سے بھی ملاقات ہو گئی
بغداد جب وہ پہنچے تو اس اعتبار پر

راوی کا ہے بیان ضمیری کے گھر جنید
مہماں ہوئے تھے دعوتِ قطب المدارؒ پر،

جس میں شریک، احمدِ مسروق بھی ہوئے
وہ تھے جو قطبِ وقت عطائے مدارؒ پر

راز و نیاز کیا ہوئے خلوت میں بیٹھکر
لکھا نہیں کسی نے بھی قول و قرار پر

○

راہِ سفر کو طے کیا بصرہ پہنچ گئے
چھائی تھی قحط سالی وہاں کے دیار پر

لوگوں کی التجا پہ اُٹھائے دعا کو ہاتھ
اک کارگر اثر ہوا پروردگار پر

رحمت جو آئی جوش میں بادل برس پڑے
اک رنگ آگیا تھا عروسِ بہار پر

بصرہ سے جب سوار ہوئے شہ جہاز میں
چوتھی صدی تھی اپنے شباب و بہار پر

جھونکے چلے جو بادِ مخالف کے راہ میں
تو آگیا جہاز معًا بیچ دھار پر

حیراں تھے بادبان تو خاموش تھے مرید
سب کی نظر تھی رحمتِ پروردگار پر
حسرت بھری نگاہ سے شہ کو کیا رجوع
شہ نے کی پھر نگاہ کبیرِ کبار پر

حالات سازگار وہیں یک بیک ہوئے
آیا جہاز شاہ کا بحری سہار پر

نعرہ لگایا پھر تو یہ اہلِ جہاز نے
"دار و مدارِ زیست ہے حی المدار پر"

پہنچے وہ کوہِ طور پر جب سیر کے لئے
موسیٰ کی یادگار ہے اُس یادگار پر

شہ کے مرید پیاس سے بے تاب ہو گئے
پانی نہ دور تک ملا اُس کوہسار پر

سنہ ۳۳۶ھ

اللہ پر نگاہ کی شاہِ مدارؒ نے
بادل امنڈ کے آئے دعائے مدارؒ پر

برسے تو بو اسحاق یہودی نے یوں کہا
"دار و مدارِ زیست ہے حی المدارؒ پر"

○

چالوکینیہ کے زیرِ اثر وہ مقام تھا
تاریخی تجزیوں سے عیاں ہے ہزار پر

تھے راج دھانیوں میں علاقے بٹے ہوئے
راجا نہ ایک تھا کوئی ہندی دیار پر

جسونت سنگھ حاضرِ خدمت ہوا وہاں
راجا تھا جو نواح کا اپنی بہار پر

محفل میں آ کے بیٹھ گیا شہ مدارؒ کی
آنکھیں جمی تھیں شاہ کے روئے نگار پر

چہرے پہ تھا نقابِ سیہ شہ مدارؒ کے
جس سے جھلک رہی تھی تجلی بہار پر

جھونکے ہوا کے آئے تو رخ سے اُڑا نقاب
اس کی نگاہ جم گئی روئے مدارؒ پر

دیدار کی جھلک اسے بے ہوش کر گئی
جب ہوش آیا مر مٹا شاہِ مدارؒ پر

○

دربند میں قیام کے دوران ایک شخص
مُردے کو لے کے آیا درِ شہ مدار پر

مُردہ جو زندہ ہو گیا از لطفِ کبریا
شہرت ہوئی مدارؒ کی سارے دیار پر

بعدِ قیام شاہ جو پہنچے ملیشیا
کرتے رہے قیام وہ اک رہگذار پر

کمبوڈیا سے چل دیئے چمپا کی سمت پھر
کمبوڈیا سے تھا جو شمالی سہار پر

کرتے ہوئے سفر جو چلے شہ شمال میں
پہنچے وہ ملک چین میں شرقی گذار پر

جاپان کا سفر کیا شہ نے جو چین سے
جاپان اُن دنوں تھا عروسِ بہار پر

بعدِ قیام شہ نے جزیرہ سے راہ لی
پہنچے پھر آپ روس کی شرقی کنار پر

پھر عازم سفر ہوئے روسی دیار سے
طاری سفرِ چینؔ تھا ذہنِ مدارؒ پر

○

شہ چل پڑے سفر یہ تو راہ سفر سے وہ
پہنچے منگولیا کی شمالی کنار پر

○

جوگی جو جادوگر تھا ادھر ناتھ نام کا
حیراں ہوا تصرفِ حی المدارؒ پر

پھر جادوگر نے مصرعۂ تاریخ یہ کہا
"کونینؑ شاہ" آمدِ شاہِ مدارؒ پر

اجمیر کی یہ کلّہ پہاڑی کا واقعہ
ضرب المثال بن گیا اِس اعتبار پر

آساں نہیں فقیری کہ دشواریوں کے بعد
لوہے کے چابنا ہیں چنے رہگذار پر

○

جب شہ حدِ فرانسؔ سے گذرے تو رومؔ کی
حد سے گذر کے پہنچے وہ روماؔ دیار پر

○

پھر شہ نے سسلیؔ کا جو بحری سفر کیا
تیونسؔ سے شرق میں ہے جزیرہ بہار پر

۱؎ "شاہ کونین"

چاروں طرف سے گھرے ہوئے بحرِ روم ہے
ہے روم سے قریب وہ تیونسؔ سے آر پر

○

پہنچے وہ مارسائی کہ موجودہ مارسیلز
وینؔا سے ہے جنوب میں بحری کنار پر

○

شہ نے وہاں سے راہ لی پھر رود بار کی
پہنچے وہاں سے شاہ جو پھر رودؔ بار پر

تو قطبِ وقت، شہ نے علی کو کیا وہاں
چلتے رہے وہ دور تک بحری کنار پر

○

شہ پہنچے قرطبہ کہ وہ صدری مقام تھا
سن تین سو پہ بیس تھا ہجری اُتار پر

○

یونانؔ سے سفر کیا غربی شمال کا
بلغاریہ کے غربی جنوبی دیار پر

یوگوسلاؔویہ جسے کہتے ہیں آج کل
بلغار شاہ پہنچے سہ بارہ بہار پر

○

پھر روم میں قیام کیا شہ نے چند روز
تبلیغِ دین کرتے رہے وہ قرار پر

جناب قمؔر ساحری نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا اِس محفل میں شرکت میرے لیئے باعث مسرت بھی ہے اور باعث حیرت بھی، حیرت اس لئے کہ میں ایک ایسی متبرک محفل میں شریک ہو رہا ہوں جس کے لئے دل و دماغ کی طہارت کی ضرورت ہے اور مسرت اِس لئے کہ میں اس قابل ہو سکا کہ آپ کے درمیان بہت اعتماد اور یقین کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ میرا شریک ہونا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ مرے دل و دماغ پاکیزہ ہیں، خیالات پاکیزہ ہیں اور میرا موضوعِ سخن بھی پاکیزہ تر ہے، حضرت شاہ مدار جن کی تعلیمات اور خدمات چمکتے ہوئے سورج کی طرح آج بھی زندہ و تابندہ ہیں، سوچنے کا یہ مقام ہے کہ آخر وہ کون سی خصوصیات ہیں کہ ایک آدمی کی یاد آج بھی بے شمار لوگوں کے لئے آرامِ جاں ہے جس کی رحلت کو ایک زمانہ بیت گیا، صدیاں گذر گیئں، دنیا میں بے شمار انقلاب آئے، لوگوں کا رہن سہن بدلا، زبانوں میں تبدیلیاں آیئں، اندازِ فکر میں تغیرّات آئے، بلکہ میں زیادہ وضاحت اور جسارت سے کہونگا کہ عقیدے بھی لرز گئے، زمانے کی تیز رفتاری نے زندگی میں بے شمار مسائل پیدا کر دیئے ایسے مہلک مسائل جس سے لوگوں کے فکر و شعور اور ہوش و حواس ہلاکت میں پڑ گئے اِن تمام بے شمار تبدیلیوں کے

باوجود آج بھی لوگ اپنے بزرگانِ دین کے نام اور کارناموں کو نہیں بھولے، آخر وہ کونسی باتیں تھیں اِن بزرگانِ دین میں جن کی یاد بھلائے نہیں بھلائی جاتی، اِنہی بزرگوں میں سے ایک عظیم، بے مثال، لازوال زندہ بزرگ حضرت شاہ مدارؒ ہیں جو حلب میں پیدا ہوئے، ساری دنیا کے شہروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے فیوض و برکات سے نوازا جہاں بھی قدم رنجہ فرمایا، رنجیدہ دلوں کو مسرت و شادمانی سے سرفراز فرمایا بیماروں کو مژدۂ صحت سنایا اپاہجوں کو قوت و طاقت عطا کی کمزوروں کو زندہ رہنے کے گر سکھائے، نہ اُن کے ساتھ لاؤ لشکر تھے نہ پرچم زرفشاں نہ تیر و سناں، نہ خزانے تھے نہ شفاخانے، صرف چند درویش چند خداترس مومن اور اکیلی ذات حضرت شاہ مدار کی، آخر وہ کیا خصوصیات تھیں جن کے سبب وہ جہاں بھی گئے، عوام کا ایک ہجوم ایک جمِّ غفیر اُن کی قدم بوسی کے لئے بے چین اور بے قرار رہا لوگ ان کی سادگی کو دیکھتے حیران ہو جاتے، اُن کے اخلاق دیکھتے غلام بن جاتے اُن کے لباس کی پاکیزگی کو دیکھتے اپنے دلوں کا میل دھو لیتے غور کریں آخر حضرت شاہ مدارؒ کو یہ عزت، یہ مرتبہ، یہ مقام کس طرح ملا، جبکہ نہ اُن کی کوئی باضابطہ جماعت تھی جو اُن کی تشہیر کرتی، نہ اُن کے پاس دولت تھی جو لوگوں کے خیالات خریدتی نہ اُن کے پاس فوج تھی جو عوام کے دلوں پر اُن کا خوف مسلط کرتی، وہ تو سیدھے سادے بزرگ تھے البتہ اُن کا عمل اُن کا کردار اُن کے اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں تھے، رسول اللہؐ نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنے تقویٰ کا لوہا منوایا غور کیجئے وہ عرب معاشرہ جس میں ہر طرح کی برائیاں اپنے شباب پر تھیں ایسے تاریک ماحول میں پیدا ہونے والا، پروان چڑھنے والا ایک نوجوانؐ اپنے نیک اعمال کی روشنی بکھیرتا ہوا تاریک معاشرے اور ماحول کو منوّر کرتا رہا یہی وہ قول و عمل کی دھیمی دھیمی روشنی تھی جو آگے چل کر تابناک اور روشن تر نبوت کا

سورج بن گئی، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ نے زبانی نہیں، عملی طور پر اپنے کردار کی پاکیزگی کا ثبوت دیا، اُسی معاشرے میں نمایاں امتیاز کے ساتھ اپنی شناخت کروائی، یہی وہ شناخت ہے، یہی وہ اتباعِ اطہر ہے جس کو بعد کے بزرگانِ دین نے اپنایا اور رسولؐ کے نقشِ قدم پر چل کر ایک مقام و مرتبہ پایا، اتباعِ رسولؐ صرف نیک عملی ہے، نیک عمل ہی سے افراد، معاشرے اور ملک میں نیک نامی حاصل کرتے ہیں، اسلام کی بنیاد ہی احترامِ آدمیت پر رکھی گئی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ پڑوسیوں کی آنکھ میں آنے والے آنسوؤں کی نمی کو محسوس کرنے کا نام اسلام ہے، اِسی مقدس، متبرک اور مسلسل احساس کی بدولت معاشرے کے چند افراد بارگاہِ اقدس میں منتخب قرار پائے ہیں، یاد رکھیئے جو عوام کا محبوب ہے وہ خدا اور رسولؐ کا محبوب ہے اور جو عوام کا معتوب ہے اُسی پر خدا کا عتاب کبھی نہ کبھی نازل ہو کر ہی رہتا ہے حضرت شاہ مدارؒ کا کردار خدا کے محبوب بندوں کا کردار رہا، اِسی کردار کی نیکی اور پاکیزگی کی بدولت آپ کو "عالمِ رویا" کی باریابی عطا ہوئی اِسی مقدّس متبرّک اور مسلسل اتباع کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک دن "عالمِ رویا" میں رسول اکرمؐ نے آپ کا چہرہ اپنے دستِ مبارک سے نورانی فرما دیا، اِس حقیقت سے کسی بھی مذہبی تذکرہ نگار کو انکار ہی نہیں ہے بلکہ اس روشن حقیقت کی مختلف انداز میں مختلف قابلِ احترام صاحبِ مقام اولیائے کرام نے بھی تصدیق فرمائی، آپ کا چہرۂ مبارک اِتنا تابناک اور نورانی تھا کہ نقاب سے ایک ہلکی سی جھلک دیکھنے والا اپنے ہوش کھو بیٹھتا آپ کے چہرے کا یہ نور، نور سہی لیکن میری نظر میں یہ نور خدمتِ خلق سے حاصل ہونے والے سکون و اطمینان اور مسرّت و شادمانی کا اظہار ہے، اگر ہم کبھی بھولے سے بے لوثی کے ساتھ کسی حاجت مند کی حاجت روائی، کسی بیمار کی تیمار داری کر جاتے ہیں تو دل کو ہلکا سا سکون نصیب ہوتا ہے حضرت شاہ مدار نے تو بے اندازہ اور بے شمار لوگوں کی بے غرضانہ انداز میں خدمت کی ہے اُنہیں کتنی مسرّت و شادمانی

حاصل ہوئی ہوگی، اندازہ ہی ناممکن ہے تو میں کہہ رہا تھا کہ جب حضرت شاہ مدار کے فیوض و برکات اور اوصاف و الطاف کی شہرت بڑھی اور پھیلی تو خلقِ خدا آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگی دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے بیشتر مقامات پر عقیدتمندوں کی ایک امرت سی بن گئی خاص کر ہندوستان میں سلسلہ مدارِ عالیہ کے حلقہ بگوشوں نے جب صرف رسول اللہؐ اور اتباعِ رسولؐ ہی کو حاصلِ ایمان قرار دیا تو دوسرے بزرگوں کو اپنی مصلحت پسندی اور من مانی کی گنجائش نہ رہی اختلافات شروع ہوئے، کشمکش بڑھی، خاص طور پر آپ کی رحلت یعنی ۸۳۶ھ کے تقریباً ایک سو پچاس سال کے بعد عہدِ اکبری میں سلسلۂ مدارؒ کے وحدت الشہود نظریہ کے خلاف وحدت الوجود نظریہ نے زور پکڑا، "دینِ الٰہی" نے داد و دہش کے سہارے اِس قصّے کو ختم کروانے کی کوشش کی، بہت سے نئے نئے نوجوان جوشِ مذہب میں آگے بڑھے، کہیں کامیابی ہوئی کہیں پسپائی، لیکن سلسلۂ مدارؒ کا تسلسل برقرار رہا، جس کا زندہ ثبوت ہندوستان میں متعدد مقامات کے نام حضرت شاہ مدارؒ کے نام پر آج بھی موجود ہیں۔ حد یہ ہے کہ مہینے کا نام بھی شاہ مدارؒ ہے (مدار کا چاند، مدارؒ کا مہینہ) بے شمار لوگوں کے نام مدار کے نام پر چلتے ہیں۔ نذر و نیاز عرس و تقریبات اور مدار کے میلے آج بھی ہوتے ہیں لیکن وہ بزرگ جو یقیناً قابلِ احترام بھی ہیں، آج کہاں ہیں ہے حضرت شاہ مدارؒ کی تعلیمات کو محدود کرنے کی کوششیں کی گئیں مختلف قابلِ احترام تذکرہ نگاروں نے مصلحت پسندی یا بے پرواہی، یا زیادہ واضح الفاظ میں ادبی بددیانتی سے کام لے کر حضرت شاہ مدارؒ کی حیات، عبادت، کرامتیں، لباس انتہا یہ کہ ان کے طویل وجود مبارک کو صرف ایک مبالغہ قرار دیا کہ ایک شخص کی عمر ۶ سو سال کیسے ہوسکتی ہے، ایک ہی لباس اتنا صاف ستھرا اور پاکیزہ لباس کیسے ہوسکتا ہے، دائم الصومی ہونا کیونکر ممکن ہے، یہ اور اِسی قسم کے تمام سوالات میرے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ اگر یہ سب باتیں غلط ہیں تو پھر اور بہت سی باتیں بھی غلط ہوسکتی ہیں، ہمارے بزرگوں سے

بہت سے تصرفات و کرامات کا اظہار ہوتا رہا ہے، سچ تو یہ ہے کہ تصرّفات و کرامات کو عقل کبھی تسلیم ہی نہیں کرتی، یہ تمام باتیں ماورائے عقل ہوتی ہیں لیکن یہ سب حقائق ہیں اِن حقائق کی صداقت اور اصلیت مزید کسی تصدیق کی محتاج نہیں جن کا تذکرہ محترم بزرگوں کی بے شمار مستند کتب میں موجود ہے جو خود سچائی کی دلیل بنا ہوا ہے۔ حضرت شاہ مدار کے زمانے میں کئی کروڑ ارادت مند دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے تھے اور آج بھی بے شمار عقیدت مند سلسلہ مدارِ عالیہ سے وابستہ ہیں، یہ غیر متزلزل وابستگی اور تعداد ہی حضرت شاہ مدارؒ کی عظمت و کرامات کا بین ثبوت ہے۔ میں پھر عرض کرونگا کہ عقائد اور اخلاص و وابستگی ہی ما فوق العقل باتوں کو قبول کرسکتی ہے اب جس کو اپنے بزرگانِ ماضی سے جن کی بدولت ان کی بیشتر تعداد مشرف بہ اسلام ہوتی ہے جتنی عقیدت و محبت ہوگی اتنا ہی اپنے محسن بزرگوں کے کرامات و کمالات پر یقین ہوگا شرط ایک ایسے دل اور ایسے ذہن کی ہے جس میں ایسی تمام باتوں کو جذب کرنے، قبول کرنے اور اُن پر یقین کرنے کی صلاحیت ہو۔ مجھے یقین ہے کہ آج کے نوجوان بزرگانِ دین کے پاکیزہ کردار کو اپنے حال کے لئے اور اپنے مستقبل کے لئے شعلِ راہ بنائیں گے۔ کردار کی پاکیزگی ہی معاشرے کی پاکیزگی ہے دیدہ و دل کی پاکیزگی ہے۔ آخر میں بانیٔ ادارہ کاشف المدارؒ اور حاضرین کرام کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس متبرک محفل میں شرکت کا موقع دیا۔

▽

صغیر اصغر جارچوی ریسرچ اسکولر، مصنف وطنز نگار نے فرمایا " سب سے پیشتر میں جناب ڈاکٹر سید چندامیاں طالب بانی ادارہ کاشف المدار پاکستان کا شکریہ ادا کروں گا جنھوں نے مجھے طلب فرما کر حضرت شاہ مدار رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق اظہار خیال کرنے کی سعادت بخشی۔ میں ڈاکٹر صاحب کا مشکور ہوں مگر الجھن یہ ہے کہ حضرت شاہ مدار رحمتہ کی زندگی، حیات و وصال تک کے واقعات، مع سنؤن بیان کر کے یہ ظاہر کروں کہ میں حضرت کی انسائیکلو پیڈیا ہوں اور مجھ سے زائد معلومات کا ذخیرہ کسی اور دانشور کے پاس نہیں ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس میدان کے شہسوار ہمارے معاشرہ میں ماشاءاللہ کافی ہیں جو مقرر بھی ہیں اور ادیب بھی۔ کتابی باتیں کب تک ؟ سوال یہ ہے کہ کتب کے مطالعے کے بعد ہم نے کیا اخذ کیا اور اہل وطن، بنی نوع انسان کے سامنے کیا نیا خیال پیش کیا ؟ ہماری ورق گردانی کے بعد کیا حاصل ہوا ؟ میں نہ ادب برائے ادب کا قائل ہوں اور نہ ادب برائے زندگی کا۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس دور کو ادب برائے انسانیت کی ضرورت ہے کیونکہ معاشرے میں آدمیت خال خال ہے۔ لہٰذا "معاشری اصلاح اور حضرت شاہ مدار" موضوع مناسب رہے گا۔ حضرت شاہ مدار رحمتہ قطب الاقطاب قطب المدار تھے۔ قطب اور ولی کا طریقۂ اصلاح الگ ہے اور دیگر مبلغین کا الگ ہے۔ اب میں نے اولیا کرام اقطاب اور مبلغین کا تقابل شروع کر دیا تاکہ ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ کس کا انداز اصلاح درست ہے ؟ اقطاب جب کسی کو مرید بناتے ہیں

تو "صداقت" کا عہد لیتے ہیں سچ بولنا فرض قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ سچائی لامحدود برائیوں کو معاشرے سے دور کرتی ہے۔ منافع خور جھوٹا نرخ بتاتا ہے تاجروں کی تعداد ایک ملک میں کیا ہے اس کا اندازہ آپ کو ہے۔ یہ لوگ مختلف اشیائے خورد و نوش اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا کاروبار کرتے ہیں۔ اگر یہ سچے دام بتائیں سچ بولنے لگیں تو کتنے آدمیوں کی اصلاح ہوگی؟ اور کتنے انسانوں کی فلاح صداقت جھوٹا عہد کرنے والوں سے شریف النفس انسانوں کو نجات دلاتی ہے۔ عہد عوام ہی نہیں کرتے بلکہ تجار اور صنعتکار بھی کرتے ہیں اور ڈپلومیٹ بھی الغرض سچ اور سچائی کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تک میری نظر میں آیا۔ دو جگہ کلامِ مجید میں من وعن ایک ہی الفاظ میں فرمایا کہ کاذبین پر اللہ کی لعنت ہو یعنی وہ ذلیل وخوار ہوں۔ موجودہ صاحبان فہم، رہنما سیاستدان مختلف علوم کی مدد سے مسلمانوں کے اخلاقی زوال اور دنیاوی پستی کے اسباب تلاش کرتے ہیں۔ کلامِ مجید سے رجوع کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ اللہ خود فرماتا ہے کہ جو کاذب ہوں گے میں ان کو ذلیل وخوار کروں گا۔

صداقت اقطاب کا دستور ہے جبکہ عام مبلغین روزے نماز پر زور دیتے ہیں اور اسلام قبول کرنے والے سے اقرار خدا کے علاوہ کوئی عہد نہیں لیتے۔ نماز، روزہ فرض ہے اور اس کی ادائیگی کرنے والے کو جنت ملے گی مگر افراد معاشرہ کو کیا ملے گا؟

حضرت شاہ مدار رحمتہ کا پیغام بین الاقوامی تھا ان کی خدمات آفاقی تھیں۔ آپ نے متعدد ممالک کا سفر کیا۔ آپ کے معتقد ہندو بھی تھے پارسی بھی۔ عرب بھی تھے چینی بھی آپ کی تعلیمات نسل، قومیت، مذہب اور ملک کے بندھنوں سے آزاد تھیں۔ آپ عملی تھے، قولی نہیں تھے۔ آپ نے اسلام پھیلایا مگر جنھوں نے دین قبول نہیں کیا فیض ان کو بھی پہنچایا۔ یہ صفت ایسی ہے جو حضرت شاہ مدار رحمتہ کو دیگر علماء سے ممیز کرتی ہے۔

اقطاب کی تعلیمات محض صوفیاء تک محدود نہیں ہوتیں۔ حضرت شاہ مدارؒ کی اصلاح صرف ان کے مکتب فکر کے افراد تک نہیں پہنچی بلکہ بدھوں نے بھی اثر قبول کیا اور زرتشتوں نے بھی اس کے برعکس علماء کی کوشش صرف ان کے مسلک تک ہوتی ہے اور آج کل بھی ہے۔ آپ

مجھے معاف فرمائیں۔ علماء کی تبلیغ برائے تعمیر کردار ہے ہی نہیں یہ تو برائے تبدیلی عقائد ہے۔

حضرت شاہ مدارؒ نے کن کے عقائد تبدیل کئے؟ بت پرستوں، آتش پرستوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے۔ موجودہ مبلغین کن کے عقائد تبدیل کر رہے ہیں، مسلمانوں کے۔

اب معاشرے میں ایسی برائیاں پھیل گئی ہیں جن کی جراحی کے لئے پرانے الفاظ کند ہو گئے ہیں میں آپ کو سنانے کے لئے جدید، تیز ترین الفاظ لایا ہوں دکھ تو ہوگا مگر سکھ بھی ملے گا۔ دراصل اصلاح کرنے والے خود قابل اصلاح ہیں اور ان کے لئے قطبِ زمانہ کی ضرورت ہے۔

اس دور میں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے کو صاحبِ کردار سمجھا جاتا ہے۔ اس میں منطقی مغالطہ ہے نماز روزہ بندگی معبود ہے جس کا ذکر کتاب اللہ میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ مگر "تقویٰ" کا ذکر ۸۸ جگہ مرقوم ہے ایسا کیوں؟ تقوے کے معنی معاشرے کی تمام برائیوں سے بچنا ہے۔ ظاہر ہے جب ایک آدمی برائیوں سے اجتناب کرے گا، کوئی غیر شرعی فعل انجام نہ دے گا تو اس میں کوئی خامی نہ رہے گی۔ جب اخلاقی خامی نہ رہے گی تو وہ نیکی کا پیکر ہوگا۔ عام طور سے افرادِ معاشرہ میں کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں اور کچھ اچھائیاں بھی۔ اگر وہ مجموعہ افعال میں سے برائیاں نفی کر دیں تو اچھائیاں ہی اچھائیاں رہ جائیں گی۔ یہاں حال یہ ہے کہ لڑکے والا جب لڑکی والے کے یہاں رشتہ کے لئے آتا ہے تو فخریہ بتاتا ہے کہ لڑکے کی تنخواہ اتنی ہے مگر اللہ کے فضل سے اوپری آمدنی بھی ہو جاتی ہے یہ عبادت گزار بزرگ ہیں یا "مرزا ظاہر دار بیگ"۔

اہل اللہ نے بنی نوع انسان کے سامنے تصور الٰہ پیش کیا جبکہ حکمرانوں نے محض حکومت کی یہ ہندوستان میں پاکستان اقطاب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہندوستانیوں کی اجتماعی زندگی پر توحید کا بہت گہرا اثر پڑا تھا مگر اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے یہاں ابتری ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ سائنس نے جس رفتار سے ترقی کی ہے اس رفتار سے ذہن انسانی نے ترقی نہیں کی ہے۔ سائنس کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا مریضان قلب کے دوسرے دل لگائے جانے لگے گٹھیا کے مریضوں کے

پلاسٹک کی انگلیاں لگائی جانے لگیں۔ اس کے برعکس ذہن کی تنگی کا حال یہ ہے کہ صوبہ پرستی، زبان پرستی فرقہ پرستی سے نجات حاصل نہیں ہو سکی۔ صوبہ پرستی کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان ہر حال میں اپنے صوبہ کا ساتھ دے خواہ وہ حق ہو یا نہ ہو۔

الغرض نوع انسان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے اور ان خطرات کے پیش نظر دنیا کے دانشور عالمی ریاست کی حمایت کرتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان وحدت الٰہ اور وحدتِ آدم پر اشتراک کر لیں۔ اپنے جدِّ آدم علیؑ کی اولاد ہونے کے پیش نظر آدمی بن جائیں۔

تصوّف میں لفظِ نفس کے معنی ہوس زر، زمین اور جنسی خواہشات عام طور سے لیتے ہیں مگر میں نفس کو لامحدود معنی میں استعمال کرتا ہوں۔ ایک صوبہ کی ریاست بنا کر حاکم بن جانا بھی نفس ہے۔ محدود لوگوں کی اصلاح اور خدمت کرنا بھی نفس ہے نفس چالاکیاں اور عیاریاں سکھاتا ہے۔ پاکستان بننے کے شروع میں ہندو پاکستان میں لوگ "سیر" کے دام بتاتے تھے۔ جب انھوں نے رفتہ رفتہ قیمتیں بڑھانی شروع کیں تو دیکھا گاہک داموں سے بھڑکتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے یہ ترکیب نکالی کہ دام نہ بڑھاؤ شے کو گھٹا دو۔ اب جو پوچھتے ہیں کہ کیا دام ہیں تو جواب ملتا ہے ایک روپے "پاؤ" کچھ روز بعد جواب ملے گا۔ ایک روپیہ "چھٹانک"۔ اور پھر ایک روپے "تولہ"۔ ابھی قصاب صرف ہڈیاں تول رہے ہیں اگر شاہ مدار کی تعلیمات پر عمل نہ کیا گیا۔ نفس پر قابو نہ پایا گیا تو کھر اور سینگ بھی تولے جائیں گے۔

یہ چند باتیں اہل وطن کی خاطر عرض کر دی ہیں۔ درویش مریض کو ایک چٹکی دیتا ہے اور طبیب جوشاندہ کا قدح۔ معاف کیجیے جوشاندہ دیتا ہے۔ اب جنس بدل گئی ہے۔

کچھ معزز شر کا اسرار کریں گے کہ علمی باتیں بھی ہو جائیں۔ علم کیا ہے؟ کسی چیز کی حقیقت کو معلوم کرنا، اس کی واقفیت اور اس پر یقین کرنے کو علم کہتے ہیں۔ عوام الناس مشکل اور غیر مانوس الفاظ کے مجموعہ کو علم سمجھتے ہیں۔ اور موٹے موٹے سمجھ میں نہ آنے والے الفاظ استعمال کرنے والے کو عالم قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرت مدارؒ کی تعلیمات کا نچوڑ سہل

زبان میں ہے اگر مشکل الفاظ سننے کی خواہش ہو تو اجازت دیجیے گھر سے اصطلاحاتِ تصوف کی لغت اٹھا لاؤں جو مشائخ کی متعدد کتب کی عرق ریزی کر کے تدوین کی ہے۔ مغرب میں میڈیکل قانون اور شیکسپیر کی لغات مدوّن کی گئیں ہیں۔ اہل وطن کی سہولت، تصوّف سے آگاہی کے لئے میں نے یہ علمی خدمات انجام دینی ضروری سمجھیں۔ اصطلاحات پڑھوں گا اور معنی بتاؤں گا نہیں۔ تمام اصطلاحات کا مفہوم جنھیں نہیں معلوم ہوگا وہ گھر پہنچ کر کہیں گے حضرت شاہ مدار قطب الاقطاب ہیں اور جارچوی عالم العلماء علمی موضوعات کو آسان الفاظ میں ہدیۂ ناظرین کرنا پھولوں کی سیج نہیں ہے۔

میں کانٹوں پر کھڑا ہوں اور میرے ایک رفیق پھولوں کے بستر پر لیٹے، سرگوشی کر رہے ہیں کچھ علمی باتیں ہو جائیں"۔ ایک لالہ جی نے مغنیّہ، رقاصہ سے کہا "بی جان ٹھمری ہو جائے" مغنیّہ نے جواب دیا "سرکار یہ ٹھمری تو ہے ہی" لالہ جی بولے "ہم بھی کہیں مجا کیوں آ رہا ہے"۔

تذکرہ لا دیا، تالیفاتِ مشائخ، تصنیفاتِ تصوف سے جو علم حاصل ہوا ہے، اہل علم کی اس نشست میں اس کا اطلاق افراد معاشرہ پر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کتب میں جا بجا ایک اصطلاح آئی ہے۔ "مجاہدہ" مجاہدہ سے مراد نفس سے جہاد کرنا ہے اہل دنیا نے نفس سے دوستی کا معاہدہ کر لیا ہے۔ عمر بھر کا پیمان وفا باندھ لیا ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں نفس کارفرما ہے "ظہور جارچوی نے لکھا ہے" نہ معلوم تم اشعار کس کے لئے منگوا رہے ہو۔ اگر کسی شاعر کی فرمائش ہو تو اسے ہرگز نہ دینا۔ کیونکہ اکثر شاعر دوسروں کے چیدہ کلام کو ایک آدھ لفظ بدل کر اپنا لیتے ہیں۔ لاہور میں کئی شاعر یہ حرکت کر چکے ہیں۔ کہتے ہیں منتخب اشعار دیجیے۔ انتخاب چھپوانا ہے۔ لیکن لیکر پی جاتے ہیں اور اس مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کر کے داد وصول کرتے پھرتے ہیں۔ کراچی کے ایک صاحب نے یہ حرکت کی کہ لاہور کا ایک چھپا ہوا شاعرہ لے کر اشعار کراچی میں اپنے نام سے چھپوا دیئے۔ اس میں تین اشعار میرے بھی تھے اس لئے خبردار کر رہا ہوں"۔ اس بزم میں پروفیسر قمر ساحری اور کچھ ناشناسا شعراء بھی تشریف فرما ہوں گے۔ وہ بھی خبردار ہو جائیں۔ جو اشعار کراچی میں پڑھیں گے لاہور میں دوسرے نام سے چھپیں گے۔

اگر آپ کو ناگوار نہ ہو اور نفوس معاشرہ پر گراں بار نہ ہو تو اتنا عرض کرتا چلوں کہ طنز نگار علمی موضوع میں بھی اپنے مطلب کے پہلو تلاش کر لیتا ہے۔ طنز نگار اور مزاح نگار دو مختلف فنون کے ماہر ہوتے ہیں۔ عوام اور شاید کچھ خواص بھی، طنز و مزاح کو ایک ہی باٹ سے تول لیتے ہیں۔ مزاح نگار پُر لطف واقعات اور لطائف کو یکجا کر دیتا ہے ہنسنے ہنسانے کے لئے۔ طنز نگار ایک آئیڈیولوجی (نظریہ) رکھتا ہے۔ وہ دعالم نفسیاتِ عوام) ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مزاح نگار کے یہاں طنز بھی مل جاتے ہیں اور طنز نگار کے یہاں مزاح بھی۔ مگر اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ افراط کس صنف کی ہے۔ میرے خیال میں یہ مختلف اصناف ہیں لہٰذا نقاد کو چاہیئے کہ طنزیات کو مزاح کے باٹوں سے نہ تولے۔ یہ رونے رلانے کے لئے ہیں۔ انھیں مزاق پوش سے ڈھک دیا جاتا ہے۔ طنزیات سے ان مظلوم انسانوں کے دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے جو معاشرے کے ان افراد کے ستائے ہوئے ہیں جن کی کوئی اچھی آئیڈیولوجی نہیں جن کی زندگی کسی خوبی کا مظہر نہیں۔ طنز نگار ان کے سامنے کوئی کردار بیان کرتا ہے۔ کوئی نمونۂ زندگی پیش کرتا ہے۔ نمونۂ زندگی کو کسوٹی بنا کر بد فطرت لوگوں پر چوٹ مارتا ہے تاکہ ان میں ابھری ہوئی برائیاں دب جائیں۔ حضرت شاہ مدارؒ اس وقت ایک سالک کا موضوع گفتگو ہیں وہ روحانی تیغ سے سفلی جادوگروں کو تہِ تیغ کر رہا ہے۔ سفلی ہر شعبۂ زندگی میں موجود ہیں مگر اُن کے الفاظ میں جادو نہیں رہا۔ کچھ لوگ جو جادوگری کا علم رکھتے ہیں میری اِس بات سے اتفاق کریں گے کہ جادو بھی بغیر کردار کے جاتا رہتا ہے اس لئے گرو چیلے سے بچن لیتا ہے اور کسی سبزی کو ترک بھی کراتا ہے۔ یہ بچن سے منحرف ہو گئے ہیں چالاکی کو اپنا شعار بنا لیا ہے لہٰذا جادو چلا گیا سفلا رہ گیا۔

اس نشست کا ماحصل یہ علم ہے کہ نفس کی تین اقسام مشہور ہیں جو اولیا کرام نے بیان فرمائیں ہیں۔ چھ غیر معروف ہیں۔ اول نفس مطمئنہ، حکم الٰہی پر چلنے والا نفس جو برائی سے پاک ہو دوئم نفس لوّامہ جو برے کاموں پر ملامت کرے۔ سوئم نفس امّارہ انسان کی وہ خواہش جو برائی کی طرف مائل کرے۔ عزیزانِ گرامی نفوسِ امّارہ کو مارو

جناب بدر الدین قریشی نے کہا حضرت شاہ مدار کے تعلق سے ہماری نئی نسل کے سامنے جو تاریخی شواہد ہیں وہ کسی نہ کسی طرح یا تو تحریف کردہ ہیں یا پھر کسی مصلحت کے تحت حقائق کی پردہ پوشی کی گئی ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہمارے عہد کے دانشور اور حقائق نگار اپنے تاریخی ورثہ کا احترام کرتے ہوئے بزرگانِ دین کے واقعات حقائق کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے پوری سچائی کے ساتھ پیش کرتے لیکن نئی نسل کی محرومی یہ ہے کہ وہ جب بزرگانِ دین کے واقعات کرامات اور ان کی خدمات کے لئے سابقہ تواریخ اور موجودہ تالیفات کو دیکھتے ہیں تو ان کے ذہن مختلف تضادات کا شکار ہو جاتے ہیں اس کی ذمہ داری مکمل طور پر آج کے مولفین پر ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بزرگوں کے ساتھ یہ تجاہل عارفانہ اظہار کیوں کیا جا رہا ہے،

حضرت شاہ مدارؒ کے واقعات، کرامات اور خدمات سے ہماری مذہبی اور بزرگانِ دین کے تذکرے بھرے پڑے ہیں اِن کتابوں کے مولف یا مرتب بزرگ ہیں جن کی بزرگانہ عظمت اور کردار کی پاکیزگی پر کسی قسم کے شک کا تصور نہیں کیا جا سکتا انہوں نے پوری دیانتداری کے

ساتھ وہی لکھا جو اُن تک اُن کے اپنے بزرگوں سے پہنچا تھا اگر ہم ایسے عظیم اور مقدّس بزرگوں کی مستند تحریروں میں بھی تحریف کو جائز قرار دیں تو پھر ہمارے مذہبی ورثہ کا خدا ہی حافظ ہے، میں یہ باتیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آج کل کچھ ایسا ہی رجحان ہے اور کچھ ایسی ہی کتابیں سامنے آرہی ہیں۔

حضرت سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار نہ صرف اپنے وقت کے عظیم جید بزرگ تھے بلکہ بزرگانِ ماضی کی نشاندہی اور خدمات وتصرفات اور تعلیمات کے اعتبار سے میں یہاں تک کہوں گا کہ وہ بزرگوں کے بھی بزرگ تھے کیونکہ حضرت شاہ مدارؒ سے کئی سلسلے نکلتے ہیں جو آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں اور جن کے فیوض وبرکات سے اہلِ دل استفادہ حاصل کر رہے ہیں اِس وقت میرے ذہن میں چند سلسلے وہ آرہے ہیں جن کا اجراء حضرت شاہ مدار سے ہوا رسلسلہ حیدریہ سلسلہ قلندریہ۔ سلسلہ صدیقیہ بسلسلہ طبقاتیہ۔ سلسلہ اویسیہ۔ سلسلہ جعفریہ سلسلہ بصریہ سلسلہ مہدیہ وغیرہ جن کا مجموعی مرکزی نام مدارِ عالیہ ہے یہ وہ سلسلہ ہے جس سے کئی سلسلے جاری ہوئے مثلاً سلسلہ دیوان گان رسلسلہ خادمان رسلسلہ طالبان سلسلہ عاشقان رسلسلہ اجملی رسلسلہ مینائی رسلسلہ ضمیریہ۔ سلسلہ خامی سلامتی۔ سلسلہ امامیہ۔ سلسلہ روشنیہ رسلسلہ نجیدیہ رسلسلہ بکتاشیہ وغیرہ پھر ان سلسلوں سے کئی سلسلے جاری ہوئے مثلاً سلسلہ دیوان گان سے ۲۷ سلسلہ خادمان سے ۲۷ سلسلے رسلسلہ طالبان سے ۳۴ سلسلے۔ سلسلہ عاشقان سے ۴۸ سلسلے رسلسلہ سلامتی سے ۷ سلسلے۔ سلسلہ احدیہ سے ۳ سلسلے چل پڑے پھر ان سلسلوں میں حضرت خواجہ محمد ارغون رحضرت خواجہ منصور رحضرت خواجہ حسن مغربا حضرت سید محمد جمال الدین جمن جتی سرخ پوش قلندر۔ حضرت قاضی محمود گرگانی کنتوری۔ حضرت مٹھے مدار حضرت قاضی مطہر قلعہ شیر حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

عاشقان حضرت ہرے بھرے صاحب دہلوی ۔ حضرت احمد بن مسروق خراسانی حضرت حیدر علیؒ شاہ نیشاپوری ۔ حضرت سید عبد القادر ضمیریؒ بغدادی (سنگدیپ) حضرت سید اجملؒ بڑائچی ۔ حضرت سید بدھن شاہؒ بڑائچی ۔ حضرت سید روشنؒ دولہ بریلی ۔ حضرت سید جلیل الدینؒ شاہ دانہ ولیؒ بریلی ۔ حضرت کوہاڑہ شاہؒ بریلی حضرت پیر بہوڑا بریلی ۔ حضرت شیخ فریدؒ ۔ بنگالی ۔ حضرت شیخ اعلیٰ عرف شیخ علاؒ بنگال ۔ حضرت شیخ الاسلامؒ خواجہ ظہیر الدینؒ الیاس گجراتی ۔ حضرت شیخ الاسلام احد الدینؒ (چین) حضرت خواجہ حسن بلخی ۔ حضرت خاجہ ابو نصر مکیؒ ۔ حضرت معروف شبستانیؒ ۔ حضرت خواجہ اسماعیل گازرونی ۔ خواجہ طیفور حلبیؒ ۔ حضرت قاضی نور الدینؒ حلبی ۔ حضرت قاضی غیاث الدینؒ شیرازی حضرت شیخ محمود زندانی حضرت شیخ الاسلام ظہیر الدینؒ قرلانی (چین کلاں) حضرت شاہ عبد الطیف زاہد (نجف اشرف) حضرت شیخ محمد فریدؒ (شام) حضرت قاضی محمود الدینؒ گرگانی کنتوری ۔ حضرت شیخ فخر الدین شاہؒ (افغانی) حضرت شیخ عبد الواحد بلخی ۔ حضرت شیخ عبد القادرؒ ایرانی حضرت شیخ محمد ذکریا کوہستانی ۔ حضرت شیخ نور الدینؒ بحری کوہستان ۔ حضرت قاضی شہاب الدینؒ دولت آبادی حضرت قاضی شہاب الدینؒ پرکال آتش بڑا گاؤں بارہ بنکی ۔ حضرت شاہ مینا لکھنویؒ ۔ حضرت شاہ بھیکا گنگوہی ۔ حضرت سید مجید میاںؒ بریلی ۔ حضرت پہلوانؒ سات برادران بریلی حضرت سید مبارک علیؒ جہانیاں جہانگشت حضرت شیخ عماد الملک عبد اللہؒ قوال جن ۔ حضرت حاجی سید عبد الغفورؒ عرف باباکپور گوالیار شریف ۔ حضرت شیخ الاسلام نہال الدینؒ عربی سنگدیپ ۔ حضرت قطب شاہؒ مظفر بنگال ۔ حضرت شاہ ملک عالمؒ لنگن لکھا پتی سنگدیپ ۔ حضرت شیخ ابو الحسنؒ شمی سنگدیپ ۔ حضرت شیخ شمس الدینؒ ابو عبد اللہ ابنِ بطوطہؒ (اندلس) ۔ حضرت یوسف اوتارؒ یمنی ۔ حضرت سید طاہر عربی ۔ حضرت عبد العزیزؒ نانوہ ۔ حضرت قاضی احمدؒ افغانی ۔ حضرت میر رکن الدینؒ حسن عرب بغدادیؒ (مکنپور) حضرت میر شمس الدینؒ حسن عرب بغدادیؒ (مکنپور) حضرت ابو داؤد صدیقی بلخ ۔ حضرت شاہ عبد الغنیؒ (کھمبایت) ۔

حضرت شیخ ابو ترات بر برجی (مالدیپ) حضرت قاضی فخر الدین عثمان سخی عربی (کالی کٹ) حضرت شاہ عبد اللہ ولی جورسدہ (میوات) حضرت سید امجد علیؒ نو محلہ بریلی۔ حضرت شیخ زاہد بن خالد (شیراز) حضرت شیخ ابو الحسنات زندرانی۔ حضرت شاہ منگ علی نواحی کراچی۔ حضرت بیر بابا بخاری کراچی۔ حضرت شیخ الاسلام کمال الدینؒ حلبی اصفہانیؒ (چین کلاں) حضرت شیخ الاسلام سید امامؒ۔ حضرت بابا میرن شاہ کراری حضرت بکتاش ولی عبدی برقی (ترکی) حضرت جھنڈہ شاہ اوتار بدایوں حضرت حسین مہاونی دیوانگان۔ حضرت شاہ محمد لاہوریؒ۔ حضرت مٹھی مہاویؒ۔ حضرت بابا پیارے دیوان گان۔ حضرت جو چیلو لنکا بتیؒ دیوانگان۔ حضرت شاہ محمد ملتانی۔ دیوانگان حضرت سید احمدؒ سرہندی۔ حضرت درویش قاسمؒ۔ حضرت عبد القدوسؒ گنگوہی۔ حضرت بابا لاڈو دربارجیؒ۔ حضرت سید سلوتریؒ خاماں۔ حضرت بابا سرموری خادمان۔ حضرت قاضی عبد الوہابؒ۔ حضرت اللہ دادؒ سیلانی کمربستہ۔ حضرت لعل شہباز عاشقاںؒ۔ حضرت عاشقاں کمال قادریؒ حضرت عاشقاںؒ کافوری۔ حضرت عاشقاںؒ خاکسار خاکستہ پانی پتی۔ حضرت شاہ کمال لبسم اللہ عاشقاںؒ۔ حضرت سید مبارکؒ۔ حضرت شاہ محمودؒ دیوان گان۔ حضرت حسن رود باریؒ۔ حضرت میرصدر الدینؒ شرقی۔ حضرت سید ابو الحسن ظیفوریؒ۔ حضرت حسام الدین سلامتی مانکپوری رحمۃ حضرت سید احمد بادیاںؒ۔ حضرت شاہ نورؒ کلافی۔ حضرت قاضی ضحےؒ۔ حضرت مکن سربازؒ ولی۔ حضرت شاہ لالؒ دیوان۔ حضرت شاہ برقؒ بدایوں۔ حضرت سلطان محمد ابراہیم شرقی جونپور۔ حضرت قاضی عبد الملکؒ۔ جیسی بے شمار بزرگ شخصیات کا تذکرہ حی المدار۔ مدارِ اعظم۔ گلستانِ فقرا۔ اسرار سید الفقراؒ۔ فضائل سترھویں شریفؒ۔ حریم صمدیتؒ۔ سترہ مجالس وغیرہ کتب میں ملتا ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ کافی تعداد میں مشائخین سلسلہ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ وغیرہ رحمت اللہ علیہم کے بھی مستفیض ہیں۔ حضرت شاہ مدار نے حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کو بھی خرقہ خلافت عطا کیا یہی وجہ ہے کہ سلسلہ اشرفیہ میں نسبت مداریؒ آج تک قائم چلی آرہی ہے۔

میری اس تفصیل سے آپ حضرات پر یہ روشن ہوگیا ہوگا کہ حضرت قطب الاقطاب قطب المدارؒ کس مقام اور مرتبہ کے بزرگ ہیں اور ان کے سلسلے میں کیسے کیسے عظیم بزرگ پیدا ہوئے۔ اب آپ ہی بتایئے ایسے بزرگوں کے کارناموں میں کسی قسم کا انحراف یا تساہل کہاں تک جائز اور روا ہے۔ میں نے خاص طور پر صرف اسی موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار ضروری سمجھا کہ مجھ سے پہلے جن محترم مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اُن میں حضرت شاہ مدارؒ کی حیات پاکیزہ اور خدماتِ بے مثال پر روشنی ڈالی جاچکی ہے چلتے چلتے آپ حضرات کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ خود جناب ڈاکٹر سید چندا میاں طالب ایک سلسلہ جس کا نام "کاشفیہ" ہے بانی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ مستقبل بعید میں اس سلسلۂ کاشفیہ سے بھی کئی اور سلسلے نکلیں گے اِن سلسلوں کے تسلسل پر۔ یقیناً حضرت قطب الاقطاب قطب المدارؒ کی نگاہ کرم ہے

آخر میں ارکان ادارۂ کاشفیہ کا شکرگذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس پاکیزہ اجلاس میں شرکت کا موقع دیا اور موجود دانشوروں سے تعارف و نیاز حاصل ہوا۔

▽

جناب نوابزادہ شکیل احمد فاروقی نے کہا کہ میرے پیش رو مقررین نے بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ تاریخی شواہد کی روشنی میں حضرتِ شاہ مدار کی حیاتِ مبارک، اوصافِ حمیدہ اور کراماتِ وخدمات پر روشنی ڈالی ہے اب میں سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ میرے لئے بچا کیا ہے۔ جہاں تک حضرت زندہ شاہ مدار کے مقام اور مرتبے کا تعلق ہے اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے البتہ گذشتہ چند برسوں سے دانستہ طور پر یا نادانستہ طور پر چند لوگ اجتماعی انداز میں یا انفرادی انداز میں اس بات کی ضرور کوشش کر رہے ہیں کہ بزرگانِ دین کی مستند اور تصدیق شدہ خدمات سے انحراف کریں یا ان میں تحریف کریں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اُن کی کامیاب ہوئیں یا نہیں لیکن میں وثوق کے ساتھ مکمل ایقان کے ساتھ دعوے سے اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ جب تک دنیا میں اسلام زندہ ہے اور جب تک اسلام کے سچے نام لیوا مسلمان زندہ ہیں اس وقت تک ان بزرگانِ دین کی خدمات کو نہ بھلایا جاسکتا ہے نہ مٹایا جاسکتا ہے اس لئے کہ ان بزرگوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات احکامات اور فرمودات کی حرف بہ حرف پیروی کی ہے اُس پرچم کو بلند رکھا ہے جو رسولِ خدا کے مبارک ہاتھوں نے بلند کیا تھا۔ جس کا تعلق ذکرِ خدا اور ذکرِ رسول سے نہ ہو۔ جب بزرگانِ دین کی ساری زندگی پر اب آپ ہی غور فرمائیں کیا پیروانِ رسول کی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ آسکتا ہے ۔۔؟

جس پر ذکرِ خدا اور ذکرِ رسولِ مقبولؐ چھایا ہوا نہ ہو، ظاہر ہے، ایسا ناممکن ہے، تو پھر اِن بزرگانِ دین سے کرامات و تصرفات ہی کا اظہار ممکن ہے، بزرگانِ دین کے خوارق و تصرّفات سے انکار کرنا اُن کی عبادات و ریاضت سے انکار کرنا ہے اب میں اُن حضرات سے مخاطب ہوں جنھیں ہمارے بزرگوں کی عبادات و ریاضات اور کرامات پر یقین نہیں ہے تو انہیں اجازت ہے کہ وہ ہمارے بزرگوں کا نام اپنی زبان پر نہ لائیں بلکہ وہ اپنے پسندیدہ مفکّروں اور فلسفیوں کے ناموں کا ورد کرتے رہیں شاید یہی ورد ان کے لئے باعثِ اطمینانِ قلب ہو۔

حاضرین کرام یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ ہمارے ملک میں مذہبی بیداری بھی پیدا ہو رہی ہے ایسے دانشور بھی آ رہے ہیں جو اپنے بزرگوں کے خلاف کہی جانے والی باتوں پر اپنے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں اور حق و صداقت کی تلاش میں مصروف ہیں مجھے یقین ہے مستقبل کے نوجوان آج کے نوجوانوں سے زیادہ اپنے بزرگانِ دین کے مقلد اور پیرو کار ثابت ہوں گے کیونکہ ایک حدیث نبوی ہے جس نے اپنے بزرگوں کی توقیر نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

▽

جناب نفیس احمد عثمانی ایڈوکیٹ نے اپنے درج ذیل خیالات کا اظہار کرنے سے پیشتر علامہ ڈاکٹر سید چندا میاں طالب کے اِس اقدام کو سراہا جو انہوں نے حضرت زندہ شاہ مدار کے حالات کے تحقیق کے سلسلے میں کئے ہیں اور کہا میں سمجھتا ہوں کہ صاحبِ موصوف کا یہ ایک اہم کارنامہ ہے جو انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود نہایت عمدہ انداز میں انجام دیا ہے جس سے خلوص اور نیک نیتی کا اظہار ہوتا ہے جناب علامہ سید چندا میاں طالب کی یہ کوشش اُن کے روحانی علم و فہم اور عقل و دانش کا منہ بولتا ثبوت ہے میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "کرے زورِ قلم اور زیادہ"

مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ اس خصوصی علمی، تحقیق اجلاس میں شریک ہو کر اپنے اُن مشاہدات و تجربات کا اظہار کرنے کا موقع ملا ہے جو زمانۂ طفیلی سے میرے دل و دماغ پر طاری ہیں کیونکہ میرا ذوق وہی ہے جو میرے بزرگوں کا ذوق تھا اور میں آج بھی اُسی ذوق پر قائم ہوں، بزرگانِ دین نے جو تعلیم فرمائی ہے اس کے مطابق حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی نہ صرف یقین رکھتا ہوں بلکہ اُس پر سختی سے قائم ہوں جس کی اہمیت قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے واضح کی ہے۔

اسی بات کے پیشِ نظر جن بزرگانِ دین نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامات بجا طور پر لوگوں تک پہنچائے اور خلوص کے ساتھ انسانیت کی خدمت کی ہے میرے دل میں ان کی قدر و منزلت ہے اور مجھے ان سے عقیدت و محبت ہے ساتھ ہی میں اُن کی خدمات کو سراہتا ہوں تاکہ لوگوں میں اسلامی خدمات کا جذبہ بیدار رہے جناب نفیس احمد عثمانی نے اپنے پیش رو مقررین کی تقاریر کو سراہتے ہوئے اپنے خیالات کا اس طرح اظہار فرمایا۔

قبلۂ عالم شیخ المشائخ حضرت زندہ شاہ مدارؒ ایک ایسی جلیل القدر بزرگ ہستی ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنے بزرگوں کی زبانی اور ہمارے بزرگ اپنے اجداد کی زبانی سنتے آئے ہیں، چند ایسی کتب بھی نظر سے گذری ہیں، جن میں حضرت حیات الولی شاہ مدار کا ذکر ہے مگر آج کے اجلاس میں شریک ہونے سے پیشتر جو باتیں زیر غور آئیں ان میں ایک پہلو یہ بھی اجاگر ہوا جس سے حضرت شاہ مدار کی خدمات پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ جب شہرت و مقبولیت سامنے آتی ہے تو خدمات کا اندازہ بھی بخوبی ہو جاتا ہے۔

صاحبِ تصانیف بزرگوں کے اقوال سے یہ بات تو اچھی طرح واضح ہے کہ حضرت سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار نے اپنی طویل حیاتِ مبارکہ میں ہمیشہ کثیر التعداد عوام کی ظاہری و باطنی، علمی و روحانی بیماریوں اور مایوسیوں کا موثر انداز میں کامیاب علاج کیا، بے شمار لوگ آپ کی خدمات سے متاثر ہو کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے جن کی تعداد بڑھتے بڑھتے حضرت کی حیاتِ مبارکہ ہی میں کروڑوں تک جا پہنچی۔ اہلِ سلسلہ کی کتب سے واضح ہے

کہ حضرت شاہ مدارؒ نے ہندوستان کے سات سفر کئے حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ بدیع الدین مدار جدھر سے گزرتے تھے ان کے ہمراہ آدمیوں کا جمِّ غفیر رہتا تھا حضرت خواجہ نرالے شاہ میاں جعفری نے حی المدارؒ میں رسالۂ الیاسؔ کے حوالے سے جو شیخ ظہیر الدین الیاس کی تالیف ہے لکھا ہے کہ نواحی کاٹھایاواڑ کا راجہ جسونت سنگھ جب اوصاف حمیدہ سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا تو اس کے ارکان بھی مسلمان ہو گئے اور راجا کو دیکھ کر بہت سے لوگ داخل اسلام ہوئے۔ یہاں تک کہ چند یوم میں چھتیس ہزار مخلوق مشرف بہ اسلام ہوئی۔

حی المدارؒ میں رسالۂ الیاسؔ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ نے اپنے وصال سے آٹھ دن قبل ۱۷ جمادی الثانی ۸۳۶ھ کو ایک لاکھ بیس ہزار تین سو ساٹھ خلفا اور مریدین و معتقدین کی موجودگی میں خطبہ پڑھا، جو آپ کا آخری خطبہ ہے جسکو خطبہ حجّت المدارؒ بھی کہتے ہیں چنانچہ مذکورہ تعداد میں عقیدت مندوں کی موجودگی کوئی معنی رکھتی ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تمام مقامات پر کس قدر تعداد میں حضرت شاہ مدارؒ سے عقیدت و محبت رکھنے والے موجود ہوں گے۔ اسی طرح تاریخ خلفائے عرب واسلام صفحہ ۱۹۳ سے نقل ہے کہ "حضرت شاہ مدارؒ نے تمام دنیا کا سفر کیا" کئی کتب میں دنیا کے سفر کی تفصیل لکھی ہے جس میں سیر المدار عرف ظہیر الابرار، حصول صمدیت، جمال، بدیع وغیرہ قابلِ ذکر ہیں مگر چونکہ میری معلومات اتنی وسیع نہیں جو میں دنیا میں سلسلہ مداریہ عالیہ کی ترویج پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اسکی اہمیت واضح کر سکوں اس لئے ان مقامات کی بات کر رہا ہوں جن سے میں آشنا ہوں اور جن سے آشنا ہوں ان کا تعلق پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان سے ہے۔

حضرت زندہ شاہ مدارؒ کے اوصافِ حمیدہ و تصرّفات اور تعلیمات و کرامات سے متاثر ہونے والے کروڑوں کی تعداد میں بنی نوع انسان مشرّف بہ اسلام ہو کر نہ صرف آپ کی حیاتِ مبارکہ کے دوران ہی مختلف

مقامات پر مختلف لوگوں کے ساتھ بھائی چارگی اور حق پرستی کی زندگی بسر کرتے تھے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جو آپ کے ہمراہ عرب سے تشریف لائے جن میں آپ کے عزیز بھی تھے اور مریدین و معتقدین بھی جو برائے تبلیغ دین آرہے تھے وہ بھی انہی نو مسلموں کے ساتھ رہتے تھے اُن کی آبادی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مختلف مقامات پر گنجان بستیوں کی صورت میں آباد تھے اور حضرت شاہ مدارؒ کے وصال کے بعد بھی ان کے رہن سہن میں کوئی فرق نہیں آیا یہاں تک کہ مابعد بعض اور سیاسی مخالفین کی طرف سے مخالفت کا سلسلہ بھی جاری ہوا مگر ان کے رویّہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اس لئے لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے تھے اس وجہ سے بیشتر آبادیوں کے نام حضرت شاہ مدارؒ کے نام پر معروف ہوگئے جن میں عقیدت مندوں کی اکثریت تھی کیونکہ اس زمانے میں جن لوگوں کی کثرت ہوتی تھی آبادیاں اُنہیں کے نام سے معروف ہو جاتی تھیں۔ جبکہ آج کل میونسپل کارپوریشن کی طرف سے نام تجویز کئے جاتے ہیں۔

بزرگانِ سلسلہ کے اقوال اور تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ کے نام سے منسوب جن مقامات، آبادیوں۔ بستیوں اور محلّوں کے نام پائے جاتے تھے۔ وہ تعداد میں تین سو کے قریب ہوں گے اور ہنوز ایک سو کے قریب مقامات کے نام موجود ہیں۔ اگرچہ حضرت شاہ مدارؒ کے نام پر آبادیوں اور مقاموں کے نام کی کثرت ہے مگر آپ کے لقب اور نور و جمال کی صفات سے منسوب نام بھی پائے جاتے ہیں۔ منجملہ بستیوں کی تعداد آج بھی دو سو سے زائد ہوگی ہیں اُن ناموں کی نشاندہی کئے دیتا ہوں جو میری فہم میں ہیں۔

حضرت شاہ مدارؒ کے نام اور لقب پر

مدارئی پور، مدارؒ گنج، مدارؒ پارہ، مدارؒ باری۔

مدار کھیڑا ، مدار ٹیکری ، مدار پہاڑی ، مدار بستی ، مدار چوک ، مدار دروازہ ، مدار گیٹ ، مدار دائرہ مدار اسٹیشن ، مدار جھنڈا ، مدار ڈیرہ ، مدار کوٹ مدار گوٹھ ، مدار ہٹی ، مدار گھاٹ ، مدار پیٹھ میراں مدار پیٹھ ، مدار کٹرہ وغیرہ

اسی طرح شاہ مدار کی صفاتِ نور و جمال سے منسوب مقامات :-

نور پور ، نور گنج ، نور کوٹ ، نور کوچہ ، نور کھیڑہ ، نورانی شاہ ، شاہ جمال ، جمال شاہ ، جمال گنج جمال کھیڑا وغیرہ اسی طرح

زندہ شاہ ، زندہ شاہ ولی ، زندہ شاہ کوٹ ، حیات الولی ، حی پور ، شاہ پور ، شاہ گھاٹ ، شاہ بندر ، شاہ گنج ، زیارت ، دادا مدار ، داتار مدار ، داتار جمال شاہ ، دادا حیات ، دادا حیات قلندر ، دربارِ شاہ مدار ، شاہِ والا وغیرہ

اسی طرح آپ کی بیشتر قیام گاہیں۔

فتح گنج ، فتح پور ، منگو پیر ، قصبہ بہار ، پیر بہوڑا ، بہاری پور ، وغیرہ جیسے ناموں سے معروف ہیں۔ اسی طرح آپ کے کئی مرید اور خلفا کے نام سے منسوب بھی مقامات پائے جاتے ہیں مثلاً۔ سید محمد جمال الدین جمن جتی کے نام سے شمالی بہار ہلیسہ میں جتی نگر ، شیخ اعلیٰ عرف علا کے نام سے بنگال میں علا پور ، شیخ علا بہاری کے نام سے بریلی کے نواح میں علا پور گکرالا ، شیخ محمد فرید کے نام سے بریلی میں فرید پور

شیخ فریدؒ بنگال کے نام سے بنگال میں فرید پور ڈسٹرکٹ، سید جلال الدینؒ شاہ دانا ولی کے نام سے بریلی میں شاہدانہ محلہ، شاہ دانہ روڈ، شاہ دانہ اسٹیشن، شیخ قبول کے نام سے بدایوں میں قبول پورہ شیخ مقبولؒ کے نام سے مقبول پورہ، حضرت باباکھول شاہؒ کے نام سے الٰہ آباد میں کھول پور، حضرت قاضی محمودؒ کے نام سے محمود گنج، محمود پور وغیرہ اسی طرح اور بہت سے نام اور مقام ہو سکتے ہیں جو میری فہم میں نہیں ہیں مگر جن کی نشاندہی کی ہے وہ بھی کم نہیں اُن پر توجہ دیتے ہوئے اُن کی وجہِ تسمیہ پر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کی تعداد ان کی حیات ہی میں کئی کروڑ ہو گی کیونکہ سیکڑوں مقامات پر گنجان آبادیوں کی صورت میں آباد تھے جس کی وجہ سے ان آبادیوں اور مقامات یا محلّوں کے نام حضرت کے نام سے منسوب ہو کر ممتاز و معروف ہوئے جن کی تعداد آپ کے دور میں ہزار تک ہو سکتی ہے اس تعداد سے حضرت شاہ مدارؒ کی عوام میں مقبولیت اور شہرت کا پتہ چلتا ہے اور آپ کی غیر معمولی شہرت و مقبولیت سے آپ کی تعلیمات اور تربیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہایت موثر اور مفید تھیں جن کی وجہ سے اتنی بھاری تعداد میں لوگ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور ہنوز ہر جگہ، ہر مقام پر سیکڑوں کی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ پائے جاتے ہیں جو آپ کے نام پر نثار ہو رہے ہیں اِس کے باوجود شاہ صاحب کا پروپیگنڈہ اِس طرح اور اس انداز میں نہیں ہو رہا ہے جس طرح اور جس انداز میں دیگر بزرگ شخصیات کی تشہیر کا سلسلہ قائم ہے۔

حضرت شاہ مدارؒ کی آفاقی تعلیمات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کے مطابق قرآن پر مبنی تھیں جیسا کہ ماضی کی کتب و

تواریخ سے ماخوذ آپ کی تربیت سے واضح ہے اس لئے ما بعد بھی
اِن طریق کو اختیار نہیں کیا گیا جو طریق ہمارے دیگر بزرگوں کی
تشہیر کے لئے اختیار کئے گئے شاید اسی وجہ سے حضرت شاہ مدارؒ
کی تشہیر نہیں کرائی جاتی ہے یا کوئی اور وجہ ہو مگر یہ ایک حقیقت ہے
کہ جس طرح دیگر بزرگانِ دین کی محافل سجائی جارہی ہیں حضرت شاہ مدارؒ
کی محافل نہیں سجائی جاتیں اس لئے حضرت کی محافل و مجالس میں وہ رونق
نہیں ہوتی جو دیگر محافل و مجالس میں ہوتی ہے۔ یہاں سلسلہ مدارِ عالیہ
کی مناشرہ حیثیت کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور ابلاغ کے ذرائع
سے محرومی کے احساس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکا۔ جس کی
وجہ سے روشناسی کا سلسلہ منقطع رہا اور یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کیسے ہوا
یہ ایک طویل داستان نظر آتی ہے۔ آج کے اِس اجلاس میں اِس پر کئی
حضرات نے روشنی ڈالتے ہوئے بعض پہلو اور گوشے اُجاگر بھی کئے ہیں
مگر میں اس وقت سلسلۂ مدارِ عالیہ کے عروج کی نشان دہی کرنا چاہتا
ہوں اور اسی پر آپ کی توجہ مبذول کراتے ہوئے حضرت شاہ مدارؒ
کے وابستگان کی تعداد ظاہر کرنا چاہتا ہوں اِس لئے زوال کی بات
کرنا قبل از وقت مناسب نہیں البتہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں زوال
کے اسباب سامنے رکھتے ہوئے عرض کر رہا ہوں اِس لئے یہ کہنا بھی
مناسب سمجھا کہ تشہیر کا سلسلہ منقطع ہونے سے چار چاند نہیں لگ سکے مگر
اس کے باوجود ہندوستان کے سیکڑوں مقامات پر حضرت شاہ مدارؒ کے
عرس مبارک کے دنوں میں یعنی جمادی الثانی کے مہینے میں جس کو مدار کا مہینہ
اور مدارؒ کا چاند کہا جاتا ہے اس ماہ مدارؒ میں مدار کا میلہ ہوتا ہے ہر جمادی الثانی
سے شروع ہوتا ہے مختلف شہروں، قصبات، اضلاع میں میلہ جڑتا
ہے اور ماہ آخر تالہ یخوں میں یکنور میں جڑتا ہے مدار کا میلہ ایک قسم کا گشتی میلہ

ہوتا ہے جس میں لمبی لمبی چھڑیاں ہوتی ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ منت کی بدھی پہنتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں البتہ مدارؒ کی بدھی پہناتے وقت دہ لوگ ڈھول اور جھانجھ بجاتے ہیں اور سوال پڑھتے ہیں۔ مدار کا میلہ ہر جگہ کا تین سے دس لاکھ افراد پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے ہندوستان کے بڑے میلوں میں مدار کا میلہ شمار کیا جاتا ہے چونکہ تمام مقامات کے مدار کے میلوں کی مجموعی حیثیت کسی طرح بھی ہند کے بڑے میلوں سے کم نہیں ہوتی لیکن جو لوگ بدھی پہناتے وقت سوال پڑھتے ہیں وہ مخصوص لوگ نہیں ہوتے بلکہ عام لوگ ہوتے ہیں اور اپنی مرضی سے سوال پڑھتے ہیں اس لیے اُن کے اِس فعل کو رسم نہیں کہا جاسکتا دوئم یہ کہ مدار کے بعض میلوں میں سوال پڑھے جاتے ہیں بعض میں نہیں مگر بدھی تمام مقامات پر پہنی جاتی ہے البتہ بعض مقامات پر چراغاں زیادہ ہوتا ہے بعض مقامات پر صندل کی رسم ہوتی ہے اور بعض مقامات پر چھڑیاں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے کہیں جگہ صندل کا میلہ۔ چراغاں کا میلہ اور چھڑیوں کا میلہ بھی کہلاتا ہے جس کی اصل حضرت شاہ مدار کا عرس ہے مگر گنتی تمام میلوں میں کثرت سے لوگ منّت کی بدھی پہنتے ہیں سوال سے مراد وہ گیت ہیں جو منقبت کے انداز میں حضرت شاہ مدار کی تعریف میں لوگ پڑھتے ہیں اور بدھی سے مراد اس دھاگہ کی ہے جو کئی رنگ کا ہوتا ہے اور دونوں طرف پھندنا لگا ہوتا ہے وہ ہار کی طرح گلے میں پہنتے ہیں۔ مگر یہ رسم ہندوستان تک ہی محدود ہے پاکستان میں نہیں پائی جاتی اِس لئے پاکستان میں اس قسم کی دھوم دھام کا سلسلہ قائم نہیں ہے جبکہ پاکستان میں بھی حضرت شاہ مدار کے عقیدت مندوں کی تعداد کم نہیں اِس سلسلے کے درویشوں کا کہنا ہے کہ وابستگانِ سلسلہ مدار عالیہ کی تعداد پاکستان میں ایک کروڑ پچاس لاکھ سے کم نہیں۔ کیونکہ پنجاب میں حضرت شاہ مدار کے عقیدت مندوں کی تعداد زائد ہے

اِسی طرح سندھ، سرحد اور بلوچستان میں بھی حضرت شاہ مدارؒ سے عقیدت و محبت رکھنے والے بھاری تعداد میں پائے جاتے ہیں کیونکہ یہاں بھی بہت سے مقامات پر گنجان بستیوں کی صورت میں آباد ہیں جبکہ ہندوستان میں چار کروڑ سے زائد تعداد میں وابستگانِ سلسلہ آباد ہیں عقیدتمندوں کی تعداد کے متعلق صرف اتنا ہی کہنا مناسب ہے کہ مسلمان ہی نہیں دیگر اقوام کے دلوں میں بھی حضرت کی قدر و منزلت ہے یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ کے زمانے میں جو تعداد وابستگانِ سلسلہ کی تھی آبادی کے ساتھ اُس میں اضافہ ہوتا رہا مگر عہدِ اکبری میں دینِ الٰہی کی ایجاد کے وقت سے اہلِ سلسلہ مدارِ عالیہ کی تعداد کم ہونا شروع ہوئی جہاں اُن کی اولاد بڑھ رہی تھی وہاں اُن کی خود کی تعداد کم بھی ہوتی گئی اور باہمی روابط کے سلسلے بھی ٹوٹ چکے تھے۔ لیکن یہ بات جب ہی سمجھ میں آسکتی ہے جب عہدِ اکبری کے حالات و واقعات پر غور کیا جائے کیونکہ اُس پر غور کرنے سے اہلِ سلسلہ کے اِس موقف کی حمایت ہوتی ہے کہ اِس عہد میں کئی بزرگ ہستیوں نے جامِ شہادت نوش کیا جس کی وجہ سے ایسا خوف و ہراس پھیلا کہ آسودہ حال لوگ سلسلے سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن یہ بات جب ہی سمجھ میں آئے گی جب شہنشاہ جلال الدین، محمد اکبر کے خلاف جو بغاوت ہوئی اگر اُس کی وجوہات پر غور کیا جائے اور اکبر نے اہلِ سلسلہ پر جو پھر احسان و عطف کیے اُن کو سمجھا جائے کیونکہ بغاوت نے جب زور پکڑا تو اکبر نے مکنپور میں روضۂ حضرت قطب المدارؒ کے خداموں کو جاگیریں عطا کیں، شمالی بہار میں بھی اہلِ سلسلہ کو جاگیریں دیں اور شاہِ والا جو شاہوال اور پھر کثرت استعمال سے ساہیوال رہ گیا چک ۹۰ میں دربارِ شاہ مدارؒ کو اکبر نے وسعت دیکر پختہ تعمیر کرایا، اس کے باوجود اہلِ سلسلہ نے دینِ الٰہی قبول نہیں کیا بلکہ حضرت شاہ مدار کی تعلیمات پر سختی سے

عمل پیرا رہے، وحدت الشہود نظریہ کی سختی سے مخالفت ہوئی اور وحدت الوجود سامنے آیا تو بھی اہلِ سلسلہ وحدت الشہود پر قائم رہے اور ہنوز آج تک اپنے نظریہ پر قائم نظر آتے ہیں مگر اُن حالات سے تنگ آکر جو اُس وقت رونما ہو رہے تھے خاموشی کی زندگی بسر کرنے لگے مگر اس پر بھی اہلِ سلسلہ کے خیالات کے مطابق انہوں نے حضرت شاہ مدارؒ کے نظریۂ وحدت الشہود کو جزوِ ایمان بنائے رکھا، البتہ چند لوگ ایسے بھی تھے جو اکبر کے دور ہی میں دین الٰہی کی جدّت کے خلاف سرگرمیوں میں دیگر اہلِ سلسلہ مدارِ عالیہ کے ساتھ حصے لے رہے تھے وہ جب تک شہود کو سینے سے لگائے رہے جب تک مرکزی کردار شہود پر قائم رہا جب مرکزی کردار نے شہود کو ترک کر کے وحدت الوجود اختیار کر لیا تو اہلِ سلسلہ نے سرگرمیوں کو ترک کر دیا مگر وہ چند لوگ جن کا ذکر کیا گیا ہے وجود پر قائم ہو گئے جن کے بارے میں صاحبِ رود کوثر نے بعض افراد کے حوالے سے کہا ہے کہ سلسلہ مداریہ کے بعض لوگ کھُلم کھُلا وحدت الوجود کا پرچار کرنے لگے تھے لیکن یہ بات کہنا کس حد تک درست ہے چونکہ اُن چند افراد کو سلسلہ مدار عالیہ میں شمار کیا جا رہا ہے جو حضرت شاہ مدارؒ کا نظریہ چھوڑ کر چل دیئے اُن کا شاہ مدارؒ یا سلسلہ مدارِ عالیہ سے کیا تعلق رہا۔ کیونکہ کوئی بھی تنظیم ہو یا تحریک اس کا ایک بنیادی نظریہ ہوتا ہے۔ جس پر قائم لوگ اس تنظیم یا تحریک سے منسلک کہلاتے ہیں۔ یعنی اِس سے واسطہ لوگوں کا ایک منفرد کردار ہوتا ہے اور جو لوگ اِس سے منحرف ہو جائیں اُن کو نظریہ کا حامی یا اُن کی نظریہ سے وابستگی بے معنی ہو جاتی ہے اِسی طرح جن چند لوگوں نے حضرت شاہ مدارؒ کا نظریہ وحدت الشہود سے کنارہ کشی اختیار کی اور دوسرے نظریہ میں داخل ہو گئے اُن کو اہلِ سلسلہ سے

منسوب نہیں کیا جاسکتا ۔ اِس کے باوجود بعض لوگ اہلِ سلسلہ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ وحدت الوجود کا کُھلّم کُھلّا پرچار کرنے لگے تھے ، دراصل یہ اہلِ سلسلہ کو مایوسی کے عمیق سمندر میں اُتارنے کی ایک کھُلی سازش ہے ورنہ اہلِ سلسلہ کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی اپنے نظریہ کا تحفظ کرتے رہے ہیں اور خاموشی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اُن کے صبر و تحمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اُن کی اولاد کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے اور حضرت شاہ مدارؒ کے نام پر قربان ہو رہی ہے یہ وہ حقائق ہیں جن پر غور کرنے سے حضرت شاہ مدارؒ کی شہرت و مقبولیت کا پتہ چلتا ہے اور اس سے ان کی خدمات سامنے آتی ہیں جن سے اُن کی عظمت واضح ہوتی ہے اُن کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم اُن کے بتائے ہوئے اصول پر خود بھی عمل کریں اور لوگوں میں آپ کی تعلیمات کو فروغ دیں ۔

▽ .

جناب سید محمد یونس میرٹھی سیکرٹری جنرل بزم یادآ جعفری کراچی نے حضرت حکیم سید یاد علی یادآ جعفری کی تصنیف "ترقیم الارفع عذب البیان" کے حوالے جات سے قبلۂ عالم حضرت شاہ بدیع الدین احمد مدار سے حالات پر اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا۔

انھوں نے کہا کہ یہی بزرگانِ دین تھے جن کے کردار اور گفتار کو دیکھ کر دوسری اقوام کے افراد اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے اس نئے مذہب کو قبول کیا کسی انسان کا اپنے قدیم ورثے سے دستبردار ہو جانا نہ تو آسان بات ہے اور نہ معمولی بات ہے۔

دنیا کا ہر مذہب اپنے اصول وضوابط میں چند ایسی بنیادی باتیں پیش کرتا ہے جس سے معاشرے میں امن، انصاف، رواداری اور بھائی چارگی کے جذبات کو فروغ ملتا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہی مذہب کامیاب اور عالمگیر ہوتا ہے جس کے پیرو کار خود اپنے کردار اپنے عمل اور اپنے قول سے اپنے مذہب کی سراپا تفسیر اور تصویر بن جائیں اسلام کے آغاز کے بعد دوسرے معنی میں خلفائے راشدین کے بعد اسلام کی ترقی و ترویج کے لئے ہمارے بزرگانِ دین نے جو کوششیں کیں اُن میں سب سے اہم ہمارے بزرگانِ دین کا پاکیزہ

کردار تھا جس کی خوشبو کو زمانے کے گرد و غبار نے مٹانے کی بے شمار کوششیں کیں لیکن اُن عظیم لوگوں کے کردار کی خوشبو مہکتی اور پھیلتی ہی رہی ایسے ہی عظیم بزرگوں میں قطب الاقطاب حضرت قطب المدارؒ کا نام ہمیشہ ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا. حضرت زندہ شاہ مدارؒ کے کردار اور اوصافِ حمیدہ پر میں کیا روشنی ڈال سکتا ہوں جبکہ خود اُن کے اپنے عہد کے اور اُن کے عہد کے بعد کے قابلِ احترام بزرگوں نے حضرت موصوف کے اوصافِ حمیدہ کی توصیف میں بہت کچھ لکھا ہے. جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ پاکیزہ کردار ہی دوسروں کی توجہ کا باعث بنتا ہے تو یہ جنابِ شاہ مدارؒ ہی کا پاکیزہ کردار تھا جس کو دیکھ کر دوسری اقوام کے افراد نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ اپنے آبائی مذہب سے دستبردار بھی ہو گئے، سچ تو یہ ہے اچھا کردار ہی وہ معجزہ ہے جو دوسرے لوگوں کے دلوں میں عقیدت کے بیج بوتا ہے آج کے ترقی یافتہ دور میں ضرورت اِس بات کی ہے کہ بزرگانِ دین کے پاکیزہ کردار کی زیادہ سے زیادہ تشہیر و تبلیغ کی جائے تاکہ اِس مقدّس کردار کا کچھ اثر ہم پر بھی پڑے اور ہمارے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوں جب تک خود ہم اپنے کردار کو اپنے بزرگوں کے پاکیزہ کردار کے تابع نہیں کریں گے اُس وقت تک ہم کو اپنے بزرگانِ دین پر فخر بھی نہیں کرنا چاہیئے اِس لئے کہ اپنے ماضی کے ورثے کا وہی شخص یا وہی قوم بجا طور پر حقدار ہو سکتی ہے جو خود کو اس کا اہل ثابت کرے مجھے خوشی ہے کہ آج ہمارے بزرگانِ دین کے اوصافِ حمیدہ پر روشنی ڈالی جا رہی ہے اور یقین ہے کہ اِس روشنی میں ہم اپنے کردار و عمل کے سیاہ دھبوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے اگر ہم میں اتنی ہی بصارت پیدا ہو جائے تو میں اس کو خداوندِ عظیم کا عظیم احسان سمجھوں گا۔

جناب رحمت شاہ کاشفی صاحب نے جو بزمِ عاشقانِ مدارِ اعظم پاکستان کے سیکریٹری جنرل اور مکتبۂ کاشفیہ پاکستان کے سابق نائب صدر ہیں، اِس خصوصی علمی و تحقیقی نشست کے بانی علامہ سید چندا میاں طالب صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کیا کہ موصوف نے قبلۂ عالم حضرت سید بدیع الدین احمدؒ ملقب قطب المدار المعروف زندہ شاہ مدارؒ کے حالات کی تحقیق کے سلسلے میں نشست کا انعقاد کیا، جس میں مجھے بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور اپنے خیالات کا اظہار کرسکوں گا، ساتھ ہی انہوں نے اپنے پیش رو مقررین کی تقاریر کو سراہتے ہوئے درج ذیل خیالات کا اظہار فرمایا۔

ماضی کی جن خاص و عام کُتب میں حضرت شاہ مدارؒ کا تذکرہ کیا گیا۔ ان میں سے بیشتر تصانیف بزرگانِ اہلِ سلسلہ کی اور کمتر تعداد عام بزرگوں کی تصانیف کی ہے جن میں سے کچھ تو طباعتِ ثانیہ نہ ہونے کی وجہ سے معدوم و مفقود ہوگئیں کچھ میں تبدیلیوں کی وجہ سے تذکرے حذف ہوگئے، کچھ ہیں بھی تو نایاب و نادرِ زمانہ ہیں، لیکن بہت سی ایسی کتب ہیں جن کی روایات مابعد کی کتب میں ملتی ہیں۔ اور جو کتب موجود ہیں وہ بڑے بڑے اداروں یا شخصیات کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، وہ مشکل ہی سے دستیاب ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حضرت شاہ مدارؒ کی خود کی اٹھائیس تصانیف میں

سے صرف تخلیقِ کائنات، مواعظ الشرح، فضائل نبی کریمؐ اور درسِ انسانیت کی کچھ روایات کے حوالے حصولِ صمدیت، جمالِ بدیع اور دیگر ایسی ہی کتب میں ملتے ہیں جو خود بھی نایاب ہیں، بقیہ کتب کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

ماضی قریب کی اہلِ سلسلہ کی تصانیف کے علاوہ عام کتب و تواریخ میں بھی حضرت شاہ مدارؒ کا ذکر ملتا ہے جو عام طور پر دستیاب ہیں مثلاً گلزارِ ابرار، "اخبار الاخیار"، "انوار الاولیا"، "سفینۃ الاولیا"، "تاریخ تذکرۃ الاکرام"، وغیرہ۔ جبکہ "ظہیر الابرار المعروف سیر المدار" مطبوعہ نول کشور لکھنؤ جو البدر اور ظہیر الاسلام جیسی ممتاز و معروف کتب کے مصنف مولانا ظہیر احمد شاہ کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اس میں حضرت شاہ مدارؒ کے افریقی یورپی اور مشرقی ممالک کے سفر کی تفصیل اور مراتب و مدارج پر سیر حاصل بحث نہایت عمدہ انداز میں کی گئی ہے لیکن افسوس کہ یہ کتاب بھی جن کے پاس ہے اُن کے پاس ہے کسی کتب خانہ سے دستیاب نہیں۔

مذکورہ کتب و تصانیف کے علاوہ قرآنی تفاسیر میں بھی مختصر سا تبصرہ شاہ مدارؒ کے مراتب اور اختیارات پر کیا گیا ہے، مثلاً تفسیر قرآن بحر المعانی جو حضرت میر جعفر مکی کی تصنیف ہے اور تفسیر قرآن تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی جو شاہ عبدالعزیز محدثؒ دہلوی کی تصنیف ہے اور دیوبند کے علماء نے بھی اپنی تفاسیر میں شاہ مدارؒ کی نذر دنیا کے مالیدے کو نشانہ بناتے ہوئے تنقید کی ہے، جبکہ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے ملفوظات اور لطائف اشرفی میں حضرت شاہؒ کے حالات کے مختلف پہلو واضح کئے ہیں اور اُن کے ہمراہ اپنے دربند روم تک کا سفر اور احسان و عطف پر روشنی ڈالی ہے واضح رہے کہ حضرت شاہ مدارؒ سے حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی نسبت اور خرقۂ خلافت کا بھی تذکرہ کیا ہے حضرت قاضی حمید الدینؒ ناگوری کے مکتوبات کے علاوہ بزرگانِ سلسلہ کی اور غیر سلسلہ کی معروف کتب میں اسی طرح تذکرہ ملتا ہے مثلاً آئین اکبری، گنجِ ارشدی، اشرف القدس، ملفوظات حضرت سید ابو محمد ارغون، ملفوظات حضرت سید ابو ترابؒ فنصورؒ، مکتوبات حضرت قاضی مطہرؒ، مکتوبات حضرت قاضی محمودؒ کنتوری، "ایمانِ محمودی" "ہمیشہ تائید" مرات

المدارؒ مکتوبات مولانا فخر الدینؒ صوفی، مولوی عبد الباسطؒ "درالمعانی" "مکتوبات حضرت شیخ ابو نصر مکیؒ"، "بحر المعارف" "مخزن الاسرار" "شوارق الولایت"، مصنف ملا وجدی خزینۃ الابرار"، مصنف حضرت قاضی مسعودؒ شیانی "نور الہدایت"، "گلزار اوتاد" "سراج الفقرا"، "سراج الہدایت" "ظہور الاسلام" "کنز الحقیقۃ" "مدارج الولایت" "خلاصۃ المداریہ" گلزار مدار"، "سترہ مجالس" "اظہار صابری" "ترقیم الارفع عذب البیان" وغیرہ اُن کے علاوہ ماضی بعید وماضی قریب کے بعض بزرگان سلسلہ کی قلمی کتب، مکتبۂ کاشفیہ پاکستان کے کتب خانہ میں موجود ہیں جو بوسیدہ ہیں اور ان کی عربی و فارسی زبان بھی سخت ہے منجملہ کتب ہی اگر جمع کرنے کی کوشش کی جائے اور پھر اُن کو باقاعدگی سے ترتیب دیکر ایک ضخیم کتاب کی صورت میں سامنے لایا جائے تو حضرت شاہ مدارؒ کے حالات سے بڑی حد تک عوام روشناس ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس وقت یہ تمام کتب چونکہ نایاب ہیں، اِس لئے ان کی فراہمی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے، بایں وجہ یہ طریقۂ کار جو علامہ سید چندا میاں طالب صاحب نے اختیار کیا ہے مناسب ہی نہیں بہت بہتر ہے، موصوف نے حضرت شاہ مدار کے حالات کی تحقیق پر دانشوروں کو رجوع کرتے ہوئے عملی اقدام کئے جس کے نتیجے میں آج دانشور جمع ہو کر اپنے خیالات کا مختلف کتب و تواریخ کی رد سے اظہار فرما رہے ہیں۔

اگر یہ سلسلہ یونہی قائم رہا تو انشاءاللہ بہت جلد حضرت شاہ مدار کے حالات سے بڑی حد تک عوام روشناس ہو جائیں گے، کیونکہ آج کی نشست میں جو پہلو اور گوشے اجاگر ہوئے ہیں وہ اِس بات کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں کہ تحقیقی قافلہ منزل کی طرف تیزی سے گامزن ہے۔

یہاں ایک بات قابل ذکر اور قابل توجہ یہ ہے کہ اہل خاندان اور اہلِ سلسلہ مدار عالیہ کی کتب و تواریخ میں جس اندازِ فکر کے تحت حضرت شاہ مدارؒ کے حالات تحریر کئے گئے ہیں وہ اندازِ فکر نہایت منکسرانہ ہے، اِس میں ادب و احترام تو ملتا ہے

مگر کسی قسم کی مبالغہ آرائی نظر نہیں آتی مثال کے طور پر حضرت شاہ مدارؒ کے اوصافِ حمیدہ جن میں کبر سنی، دائم الصومی پاکیزگیٔ لباس وصفات وتاثرات، طہارتِ کردار اور نور وجمالِ مدار کی یگانگت وغیرہ شامل ہے جس طرح اہل سلسلہ کی کتب میں تحریر کئے گئے ہیں، عام کتب وتواریخ میں بھی اُن کی صفات وخصوصیات اِسی طرح بیان کی گئی ہیں، تذکرہ نگاروں نے حضرت شاہ مدارؒ کے وسیع علم وعرفان، خوارق وتصرفات اور فیوض وبرکات پر بھی جامع انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے بعض ایسے گوشے اور پہلو اُجاگر کئے ہیں جن سے حضرت کی تعلیمات اور خدمات پر روشن پڑتی ہے جس سے اُن کی عظیم عالمگیر شخصیت کے بہت سے پہلو روشن ہو کر ان کی عظمت کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں.

کیونکہ حالات شاہ مدارؒ میں یہ تین باتیں بڑی اہم ہیں اوّل اوصافِ حمیدہ جن کی خصوصیات اور تاثراتِ صفات یگانہ حیثیت رکھتی ہیں، دوئم تعلیمات جو افادیت، عدل وانصاف اور اخوّت کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں سوئم خدمات جو اصلیت کے اعتبار سے اسلام اور عوام میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں، اِن تینوں باتوں پر توجہ دینے سے حالات کے وہ حصّے بھی اجاگر ہو کر سامنے آتے ہیں جو عام کتب وتواریخ نے اپنے تذکروں میں حذف کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے کروڑوں کی تعداد میں وابستگان سلسلہ اپنے عظیم پیشوا کی رہنمائی اور کارناموں سے آشنا نہیں ہو سکے

ان جملہ دشواریوں اور مشکلات کے پیشِ نظر ملکی دانشوروں سے عرض کرونگا کہ جو علمداں اور اہل قلم حقوق العباد کی اہمیت کے پیشِ نظر حقدار کے حق کی حمایت کرکے اپنی ذمّہ داریوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں وہ حضرت شاہ مدار کے حالات کی تحقیق کے سلسلے میں مذکورہ تین باتوں پر خاص توجہ دیں، تاکہ حضرت شاہ مدار کی وہ حیثیت اور اہمیت کھل کر سامنے آئے جو عطائے ربّی اور ودیعتِ الٰہی سے قائم ہوئی ہے۔ اِس سلسلے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ان نشانیوں کو جو کائنات میں باری تعالیٰ نے اپنی شناخت کے لئے چھوڑی ہیں، فہم وادراک سے بالاتر سمجھ کر اپنے تذکروں میں حذف کرنے کی بجائے عطائے ربّی اور ودیعتِ الٰہی سمجھتے ہوئے شامل کریں کیونکہ اللہ نے انہیں یہ فہم و

فراست عطا فرمائی ہے اُس کی روشنی اُن لوگوں تک پہنچائیں جو اِس روشنی سے محروم ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ بزد آزمائی میں جیت کی فضیلت کے بغیر شکست پانے والوں کی بھی حیثیت تسلیم کی جاتی ہے مگر طوفان کا مقابلہ کرنے والے جب طوفان کے دھاروں کے ساتھ بہہ جاتے ہیں، تو اُن کی حیثیت بھی طوفان کے دھاروں کے ساتھ بہہ جاتی ہے اِس لئے اگر وحدت الشہود کو خجالت اٹھانی پڑی تو اہل وحدت الشہود کی حیثیت ختم نہیں ہوئی باقی ہے جس کا ثبوت اہلِ سلسلہ مدارِ عالیہ کی بھاری تعداد فراہم کر رہی ہے جو کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور حضرت شاہ مدارؒ سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں حیثیت تو اُن کی قابلِ غور ہے جو طوفانی دھاروں کے ساتھ بہہ گئے اہلِ سلسلہ تو آج بھی اپنے مرکز پر جمع ہیں البتہ صدیاں گذرنے کے باعث بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں کے لوگ روابط قائم نہ کرسکے لیکن اِن تمام مشکلات کے باوجود پاکستان اور ہندوستان کے تمام علاقوں کے لوگ مربوط ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر علاقہ سے جمادی الثانی کے مہینے میں جس کو مدار کا مہینہ اور مدار کا چاند کہا جاتا ہے عرس اور مدار کے میلوں کی تاریخوں میں لوگ مکنپور جاتے ہیں جو ضلع کانپور میں واقع ہے اور حضرت شاہ مدارؒ کے روضے پر حاضر ہو کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں، مدار کا میلہ ہندوستان میں سیکڑوں مقامات پر جڑتا ہے، مدار کا ہر میلہ تین سے دس لاکھ تک آدمیوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ وہ حقائق ہیں جو کروڑوں انسانوں کے مشاہدے میں آجتک آ رہے ہیں اور انکی اصلیت سے بھی لاکھوں لوگ بخوبی شنا ہیں جن کو سامنے لانے سے گریز کیا جا رہا ہے آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

آخر میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ ہر چیز اپنے مقام پر زیب دیتی ہے اگر اس مقام سے ہٹا دیا جائے تو ظلم ہے اور ظلم کا سدِ باب کرنا لازمی ہوتا ہے۔

▽

جناب شاہ محمد شوکت حسین نظامی نیازی جو بانی سلسلہ نیازیہ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی کی اولاد اور حضرت شاہ محمد صادق نظامی نیازی کے چشم چراغ ہیں۔ اس شعر سے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔

اے مثلِ تو در حسن لبشر خوش لبشرے نیست
خوبی کہ تو داری صنما در دیگرے نیست

قطب الاقطاب زندہ شاہ مدار عظیم المرتبت بزرگ ہیں۔ حضرت قطب المدار کی ذاتِ گرامی ایسی تھی کہ ہمعصر جملہ صوفیائے کرام میں اپنا احترام کراتی ہے۔ تاریخ کے بخل کے باوجود تاریخی شواہد سے حضرتِ گرامی کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت زندہ شاہ مدار کا کوئی ثانی نہیں تھا جیسا کہ منصب قطب المدار سے واضح ہے۔ اسلام کی بنیادی چیزوں میں سے ہر چیز کا اظہار اُس ذاتِ والا صفات میں نمایاں نظر آیا ہے، اخلاق و اخلاص، سیرت و صورت، عشق و محبت، ظاہر و باطن، لباس کی شگفتگی، پاکیزگی وصفات اور چال ڈھال مجسم اسلام تھی نور و جمال میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرتِ گرامی کے تصوّف میں ہندویت، جوگیت رہبانیت کی کوئی جھلک نظر نہیں آئی۔

آپ کا تصوّف حضرت جنیدؒ اور حضرت ابراہیم ادھم کے تصوّف سے مختلف نہ تھا اس سلسلے میں مجھے مولانا ابو العلیٰ مودودی صاحب مرحوم کی ایک تحریر یاد آئی وہ رسائل و مسائل حصّہ دوئم صفحہ ۱۸۱ پر ایک خط کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اِس تصوّف کا مخالف ہوں جس

میں ہندویت، جوگیت اور رہبانیت ہو۔ اور اس تصوف کی اشاعت چاہتا ہوں حضرت جنیدؒ اور حضرت ابراہیم ادھم کا تھا چنانچہ حضرت شاہ مدار کا تصوف سچا اور پاکیزہ تصوف تھا۔

حضرت شاہ مدارؒ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ اُن کے تصوف کی تعریف ایسے لوگوں نے کی ہے جو تصوّف کے مخالف شمار کیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ حضرتِ گرامی پابندِ شرع اور اپنے دور کے بانئی شرع بھی تھے چونکہ بادشاہت نے شرعِ محمدیؐ کو معدوم کر دیا تھا تو حضور والا صفات نے اپنی اَن تھک کوششوں اور تبلیغ سے دوبارہ شرع محمدیؐ کی بنیاد ڈالی۔

حضرت موصوف پابندِ شرح اور اپنے دور میں بانیٔ شرع تھے چونکہ بادشاہت نے شرع محمدیؐ کو معدوم کر دیا تھا تو حضورِ والاصفات نے اپنی ان تھک کوششوں اور تبلیغ سے دوبارہ شرع محمدیؐ کی بنیاد ڈالی حضرت موصوف کا عشق رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور اُنہی کی اتباع و پیروی کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اولیأ اللہ کی یہی کرامت ہے کہ اُن کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر دور میں بے شمار مخالفتوں کے تند و تیز سیلاب آئے لیکن اللہ کے یہ محبوب بندے اور ان کی کرامات و تصرّفات ہر طرح سے محفوظ رہے، اِسی کو زندۂ جاوید کہتے ہیں آج بھی بے شمار عقیدت مند اپنے اپنے پسندیدہ اولیأ کے پرستار ہیں، ان کی عقیدت، محبت اور وابستگی میں کوئی فرق نہیں آیا اور مجھے یقین ہے کہ قیامت تک بھی کوئی فرق نہیں آئے گا جیسا کہ حضرت شاہ مدارؒ کی رحلت کو صدیاں گذر گئیں اور سیکڑوں مخالفت کے انقلابات آئے لیکن حضرت موصوف کے وابستگان و عقیدت مندان آج بھی بے اندازہ تعداد میں موجود ہیں یہ اجلاس بھی میرے دعویٰ کا زندہ جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

۷

جناب فضل کریم قریشی ریٹائرڈ صوبیدار میجر نائب صدر ادارہ کاشف المدار پاکستان نے اس خصوصی علمی و تحقیقی نشست کے انعقاد کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ڈاکٹر سید چندا میاں طالب صاحب کی سعی کو کامیاب قرار دیا اور کہا کہ صاحبِ موصوف نے ملکی دانشوروں کو حضرت شاہ مدارؒ کے حالات کی تحقیق پر رجوع کرتے ہوئے ان کے خیالات سے عوام کو روشناس کرانے کا جو سلسلہ قائم کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ میں اُن کو اِس کامیابی پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کی اِس سعی کو جو خلوص و محبت اور دیانتداری پر مبنی ہے قبول فرمائے اور موصوف کو دنیا و آخرت میں اس کی جزاء عطا فرمائے آمین بحق سید المرسلین۔

اِس کے ساتھ ہی جناب فضل کریم نے اپنے درج ذیل خیالات کا اظہار کرنے سے پیشتر اپنے پیش رو مقررین کی تقاریر کو سراہا اور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اس طرح اظہار فرمایا۔

حضرت سید بدیع الدین احمد ملقب قطب المدارؒ المعروف حضرت زندہ شاہ مدار کے حالات پر علامہ سید چندا میاں طالب صاحب کی کوششوں کے نتیجے میں تحقیق کا عمل شروع ہو چکا ہے اِس لئے حالات و واقعات تو ماضی بعید اور ماضی قریب کی کتب و تواریخ کا بہ نظرِ غور مطالعہ کرنے سے بڑی حد تک سامنے آ ہی رہے ہیں اور جو کچھ باقی ہوں گے

وہ بھی سامنے آ ہی جائیں گے جیسا کہ آج کی نشست میں بہت سے پہلو اور گوشے اُجاگر ہوئے ہیں جن سے حضرت شاہ مدار کے اوصاف و تصرفات، تعلیمات و تربیت اور خدمات پر روشنی پڑتی ہے، دیکھنا تو یہ ہے کہ سلسلہ مدارِ عالیہ کو جو عروج شہنشاہ تغلق کے عہد میں حاصل تھا اُس کا زوال کن وجوہ کی بنا پر کب سے شروع ہوا اور مصنفین و مورخین نے اُس کے عروج و زوال پر مفصل انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شاہ مدار کے اوصاف کی طرح تصرفات و تعلیمات، تربیت و خدمات کیوں نہیں بیان کیں؟ آخر ایسے کون سے اسباب تھے جو اُن کے مانع یا آڑے آرہے تھے اور اُن کے اظہار سے کیا کیا نقصانات پہنچنے کا اندیشہ تھا، اِس سلسلے میں اہلِ سلسلہ جو کچھ بھی بیان کرتے یا کہتے ہیں وہ تو اپنی جگہ ہے دیکھنا یہ ہے کہ تذکرہ نگاروں کے تذکروں پر توجہ دینے سے کیا ظاہر ہوتا ہے، اِس سلسلے میں ایک ایسے تذکرہ نگار کی تحریر پر توجہ دلاتے ہوئے حالات سامنے لانے کی کوشش کی جاتی ہے جس تذکرہ نگار کی تحریر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت شاہ مدارؒ کے نظریہ کے خلاف کسی اور نظریہ کا پیروکار ہے جس کی وہ قدم قدم پر پاسداری کرتا ہوا نظر آرہا ہے اور جس کی تحریر آج بھی کروڑوں وابستگان سلسلہ مدار کی دل آزاری کا سبب بنی ہوئی ہے وہ تذکرہ نگار کون ہے؟ وہ ذاتِ گرامی ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کی ہے جن کے تذکرے "رودِ کوثر" کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ موصوف کس شخصیت کس نظریہ سے متاثر ہیں وہ جس شخصیت یا نظریہ سے متاثر ہیں اُس کی تائید و حمایت میں کیسی کیسی روایات بیان کر رہے ہیں اور اس کے برعکس شخصیت یا نظریہ کی تائیدی و حمایتی اور تصدیقی روایات کو صرفِ نظر کرتے ہوئے کیسی کیسی غیر معروف اور غیر یقینی روایات کے حوالے جات سے اپنے موقف کی حمایت حاصل کرتے نظر آرہے ہیں مختصر یہ کہ موصوف نے حضرت شاہ مدارؒ کا تذکرہ اِس انداز سے کیا ہے جس سے حضرت شاہ مدارؒ کی عظیم برگزیدہ شخصیت، سلسلہ اور اہلِ سلسلہ متاثر ہو رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے حضرت شاہ مدارؒ کا تذکرہ نہ صرف اپنے موقف کی حمایت میں کیا ہے بلکہ ضرورتاً کیا ہے انہوں نے نام بناتے ہوئے حالات کو مختلف رنگ دینے کی کوشش کی ہے جس سے

حقائق بری طرح متاثر ہو رہے ہیں، مجھے یاد ہے کہ اُن کے اِس ردیہ پر علامہ ڈاکٹر چندا میاں طالب صاحب نے تقریباً دس سال قبل کتاب "عرفانِ علم و عمل" میں دل آزاری کا اظہار کرتے ہوئے موصوف کو اِس طرف متوجہ کیا تھا، ساتھ ہی حقائق سے چشم پوشی برتنے کا الزام لگاتے ہوئے اعتراضات کے جوابات پر مجبور کیا تھا، مگر صاحب موصوف کی عمر نے وفا نہ کی وہ اللہ کو پیارے ہوئے اللہ ان کو جوار رحمت عطا فرمائے آمین، بایں وجہ تذکرہ حضرت شاہ مدار میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو سکی تاہم مجھے امید ہے کہ موصوف نے اپنی حیات ہی میں محسوس ضرور کر لیا ہوگا اس لئے اُن سے کسی قسم کا گلہ یا شکوہ نہیں کیا جا سکتا، مگر موصوف کا تذکرہ کرنا اور اُن کے موقف کی وضاحت کرنا بھی لازمی تھی تا کہ قارئین کرام یہ سمجھ لیں کہ محترم ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب حضرت شاہ مدار کے مخالف نظریہ کے حامی تھے اِس لئے ان کی تحریر ایک مخالف کی تحریر ہے اس کے باوجود موصوف نے اِس بات کو مختلف اندازِ فکر کے تحت بیان کر دیا ہے جس سے حقائق کی حمایت ہوتی ہے۔

کتاب رود کوثر صفحہ ۱۰۸ سے نقل ہے کہ اکبر نے کئی بزرگوں کو مکاری اور حیلہ سازی سے کسی مقدمہ یا داد و فریاد کے بغیر شہید کروا دیا لیکن جن مشکلوں سے اسے سابقہ پڑا وہ ختم نہ ہوئیں، اس کے عقائد کے خلاف عام شورش پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ ونسنٹ اسمتھ لکھتا ہے:۔ "۱۵۸۱ء کا سال اکبر کی زندگی کا نازک ترین سال تھا، ملا محمد یزدی نے ۱۵۸۰ء کے شروع میں اکبر کے خلاف فتویٰ دیا تھا، اور اُس زمانے میں بہار اور بنگال میں اس کے خلاف جو بغاوت ہو گئی تھی وہ ابھی تک نہ تھمی تھی۔ بلکہ ٹوڈرمل جو اُسے مٹانے گیا تھا خود منگھیر میں محصور ہو گیا۔

اِس کے علاوہ جو لوگ اکبر کی بد اعتقادی سے نالاں تھے، اُنہوں نے فقط صوبجاتی بغاوت پر اکتفا نہیں کی بلکہ عملی طور پر اِس بات کی کوشش کی کہ کسی طرح اکبر کو تخت سے برطرف کر کے اُس کی جگہ اُس کے بھائی مرزا محمد حکیم حاکم کابل کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دیں۔ اِس تجویز کے محرک غالباً جونپور کے جاگیردار خان معصوم خان تھے جنکی خط و کتابت مرزا محمد حکیم سے تھی۔"

اکبر نے عملی بغاوت کا تو خاتمہ کر دیا، لیکن عبادت خانے کے مباحثوں کی جو خبریں باہر آ رہی تھیں، ان کے خلاف ایک عام برہمی پائی جاری تھی۔

اِن حقائق سے اِس عظیم سچائی پر روشنی پڑتی ہے کہ اکبر کے عہد تک حضرت شاہ مدار کی تعلیمات اپنے شباب پر تھیں اور اکبر ہی کے دور میں کچھ سیاسی مصلحتوں کے باعث یا کچھ "عوامی لیڈرشپ" حاصل کرنے کے لئے اس وقت کے چند مذہبی دانشوروں نے اپنے چہرے پر مصلحت و مکر کی نقاب ڈالے ہوئے عوام کی یعنی اہلِ سلسلہ کی ہمدردیاں حاصل کیں اور جیسے ہی اُن چند مصلحت پسندوں کی لیڈرشپ قائم ہو گئی اُنہوں نے اپنے چہروں کے نقاب نکال کر پھینک دیئے اور ایک نئے یا ایسے نظریہ کی ترویج و اشاعت شروع کی جس سے حضرت شاہ مدار کی تعلیمات پر اثر پڑتا ہو۔

چنانچہ میری نظر میں عہدِ اکبری ہی اہلِ سلسلہ کی افراتفری کا باعث ہے، پھر جیسا کہ عام طریقۂ کار ہے پرانے نظریہ کو زیادہ سے زیادہ تاریک غاروں میں ڈھکیلا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ خامیاں اور کمزوریاں پیدا کر دی جاتی ہیں تاکہ نئے نظریہ کو پھولنے پھلنے اور پروان چڑھنے کا بہتر سے بہتر موقع ملتا رہے اور حقیقت تو یہ ہے ہوا بھی ایسا ہی ہے نئے نظریہ کی اشاعت کی بدولت اہلِ سلسلہ کے ذہنوں میں نہ صرف انتشار پیدا ہوا بلکہ اُن کے ذہن اور عقیدے بھی تقسیم ہو گئے یہی ظلم نہیں ہوا بلکہ اہلِ سلسلہ کے عقائد نظریہ اور انکی روشن تعلیمات پر سیاہی پھیر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی تذکروں اور تاریخ کے اوراق سے حضرت شاہ مدارؒ کے تفصیلی کارنامے مشکوک انداز میں مختصر سے مختصر کر دیئے گئے

مجھے خوشی ہے کہ اب چند دانشور اور اہلِ قلم اِس گمشدہ امانت کی بازیابی کی پرخلوص اور بھرپور کوشش کر رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ اِس جگمگاتے ہوئے چاند سے کالے کالے بادل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہٹ جائیں گے اور وہ چاند اُسی آب و تاب کے ساتھ جگمگا اٹھے گا۔

جناب غلام محمد چشتی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اِس اجلاس سے جو حضرت شاہ مدارؒ کے حالات کی تحقیق کے سلسلے میں منعقد ہوا ہے روحانی خوشی ہو رہی ہے کہ پاکستان میں خاص طور پر کراچی میں پہلی مرتبہ قبلۂ عالم قطب الاقطاب قطب المدار پر دانشوروں نے تحقیق کو شعار بنا کر اظہارِ خیال فرمایا ہے ساتھ ہی مجھے اِس کا بھی ملال ہے کہ حضرت کا سلسلہ وسیع ہے لیکن اُن کے حلقہ بگوش اور عقیدتمند کچھ اس طرح بکھر گئے کہ اب ان کو ایک مرکز پر لانا ایک امرِ دشوار ہے۔

یقیناً قبلۂ عالم حیات الولی ہی کی کرم کا اثر ہے کہ ہمارے محترم علامہ سید چندا میاں طالب صاحب نے اِس نیک کام کو بڑی نیک نیتی سے انجام دیا ہے اِس سلسلے میں وہ رات دن کوشاں ہیں کہ یہ بکھرا ہوا ، ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر سے ایک مضبوط اور مستحکم سلسلہ بن جائے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے میری یہ دعا ہے کہ اُن کی مساعی جمیلہ کامیاب و کامراں ہو۔

قبلۂ عالم حضرت زندہ شاہِ مدارؒ کے متعلق میں کیا کہہ سکتا ہوں جبکہ میرے پیش رو حضرات نے حضرتِ مقدّس کے بارے میں بہت ہی موثر اور خوبصورت انداز میں سچی سچی باتیں بیان فرمائی ہیں البتہ ایک بات میرے

ذہن میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ ایک ایسے زندہ قطب الاقطاب ہیں جن کا اثر زندگی کے ہر شعبہ پر قائم اور دائم ہے۔ آپ نے نہ صرف روحانی رہنمائی فرمائی ہے بلکہ معاشرے میں پھیلی ہوئی گندگی، برائی، بے دینی اور بے یقینی کی بھی اصلاح کی ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی حضرت کا نام نیم مذہبی حلقوں میں بھی زندہ ہے مثال کے طور پر آپ کے اسم گرامی سے منسوب برسغیر میں کئی بستیاں، محلّے اور عمارتیں ہیں اسی طرح آپ کے نام سے منسوب ایک مہینے کا نام بھی ہے جس کو مدار کا مہینہ یا مدار کا چاند کہا جاتا ہے ایک اور ضرب المثال ہے وہ یہ کہ درویشی آسان نہیں لوہے کے چنے چبانا ہیں یا فقیری آسان نہیں لوہے کے چنے چبانا ہیں اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حضرت شاہ مدار نے دوسرا سفر ہندوستان کا کیا تو ۸۴۲ھ میں آپ اجمیر تشریف لائے اور کلّہ پہاڑی پر قیام کیا۔ وہاں ایک اودھ ناتھ جوگی جادوگر تھا جو حضرت کی شہرت ومقبولیت سے پریشان ہوا۔ اپنے اقتدار کو پامال ہوتا دیکھکر اس نے جادو کے آہنی چنوں کا ایک تھال پیش کیا حضرت نے فرمایا میرا تو دائمی روزہ ہے اس لئے یہ چنیں مریدین میں تقسیم کئے جائیں ایسا ہی ہوا آپ کے حکم پر مریدیں وہ چنے کھا گئے جادوگر حیران ہوا۔ اور ایک چنا حضرت نے کچھ پڑھکر وہیں پہاڑی پر دفن کر دیا جس کا ایک بہت بڑا تناور درخت اُگا اور پھل بھی عام پھلوں سے بڑا آیا یہ واقعہ جب جادوگر نے دیکھا تو حیران رہ گیا اور کلمۂ طیّبہ پڑھکر مسلمان ہو گیا۔ ساتھ ہی اُس کے چیلے بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے جن کی اولاد جوگی کہلاتی ہے اسی دن سے یہ مثال معروف ہوئی اور جب بھی کوئی درویشی مشرب اختیار کر کے لمبی چوڑی ہانکتا ہے تو اُس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقیری آسان نہیں لوہے کے چنے چبانا ہیں یہی نہیں ہماری اردو زبان میں چند ضرب المثال اور بھی مروج ہیں جیسے عید کا چاند مدار کا

پھندنا یہ ضرب المثال اُس موقع پر کہی جاتی ہے جب کوئی قریبی عزیز خلافِ توقع بہت دنوں کے بعد ملتا ہے تو کہتے ہیں آپ تو عید کا چاند مدار کا پھندنا بن گئے۔ عید کا چاند والی بات تو سب کی سمجھ میں آ گئی ہوگی لیکن مدار کا پھندنا والی بات کچھ غور طلب ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قبلۂ عالم زندہ شاہ مدارؒ کی ولادتِ سعادت یکم شوال کو ہوئی جو چاند رات تھی اسی طرح حضرت کا وصال ۱۷ جمادی الثانی کو ہوا جس کو مدار کا مہینہ یا مدار کا چاند کہا جاتا ہے اِس ماہِ مدار میں ہر سال عرسِ مبارک کا انعقاد ہوتا ہے ہندوستان کے بہت سے شہروں، قصبات، اضلاع میں مدار کا میلہ ہوتا ہے جس میں بے شمار لوگ یعنی لاکھوں کی تعداد میں لوگ منّت کی بدّھی پہنتے ہیں۔ اِس طرح بدّھی سال میں ایک مرتبہ پہنی جاتی ہے اور عید کا چاند بھی سال میں ایک مرتبہ نظر آتا ہے اِسی مناسب سے یہ مثال مشہور ہوئی ایک اور ضرب المثال مجھے یاد آ رہی ہے "مرتے کو ماریں شاہ مدار" اِس ضرب المثال کی وضاحت کرنے والوں نے اپنے انداز میں کی ہے لیکن میری ناقص سمجھ میں کچھ اور انداز سے اس کی وضاحت آ رہی ہے اس ضرب المثال میں اہم لفظ مار یا مار رکھنا کے معنی قابو میں رکھنا کے ہیں مثال کے طور پر میر تقی میرؔ کا ایک شعر ہے۔

خواہش گو ہزار رکھتے ہیں
تو بھی ہم دلکو مار رکھتے ہیں

مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں تو بے شمار خواہش ہیں ہے بے شمار آرزوئیں ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اتنی آرزوئیں رکھنے والا دل اپنے آپ سے باہر ہو جاتا اور اپنی بے قراری کا اظہار کر جاتا لیکن ہم ایسے صاحب ظرف ہیں کہ دل کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں اِس طرح جو شخص مر چکا ہے یعنی انتہائی مایوسیوں کا شکار ہو چکا ہے زندگی کی امید کھو بیٹھا ہے ایسے مایوس

انسان دوسرے معنی میں مردہ انسان کو بھی حضرت شاہ مدار کی نگاہِ کرم یا ان کی تعلیمات اپنے قابو میں رکھتی ہیں مطلب یہ ہے جو شخص خود اپنے ہوش و حواس کے قابو سے نکل چکا ہے اس کو حضرت حی المدار کی کرم فرمائی اپنے قابو میں رکھتی ہے یعنی نئی زندگی عطا کرتی ہے اسی طرح کی اور بہت سی ضرب المثال ہیں ان تمام باتوں کے اظہار سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہمارے قابلِ احترام بزرگانِ دین میں حضرت قبلۂ عالم شاہ کی ذاتِ مقدس وہ واحد ذاتِ مقدس ہے جس کا اثر روحانی دنیا میں بھی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں پر بھی۔ مجھے خوشی ہے کہ ایسے عظیم المرتبت جید بزرگ یعنی حضرت قطب المدار کی تعلیمات کو تازہ کرنے کی کوششوں کا آغاز ہو رہا ہے جن کو حالات نے اپنے گرد و غبار میں چھپا لیا ہے میری دعا ہے کہ مکتبۂ کاشفیہ پاکستان کے ارکان کی یہ کوششیں کامیاب اور سرخرو ہوں۔

▽

جناب محمد بشیر علمدار بریلوی جو اس اجلاس میں شرکت کے لئے بریلی سے تشریف لائے تھے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے سب سے پہلے بانئ اجلاس ڈاکٹر سید چندا میاں طالب کی خدمات کو سراہا کہ وہ پاکستان میں بھی حضرت شاہ مدار کی دینی تعلیمات کو عام کرنے میں مخلصانہ طور پر نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اجلاس کے مقررین کی تقاریر اور ان کے مضامین کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب ان تمام باتوں کو ٹیپ ریکارڈ کر لیا گیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ یہ قیمتی خیالات اور مضامین کتابی شکل میں عوام کے سامنے بھی آئیں گے۔ جس سے عام آدمی بھی حضرت شاہ مدار کی تعلیمات سے استفادہ کر سکے گا۔ میں حضرت شاہ مدار کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوں میرے والد محترم عبدالعزیز مرحوم اور میرے دادا حضور عبدالرحمٰن نے قبلہ عالم قطب الاقطاب حضرت زندہ شاہ مدار کی علمبرداری کی ہے چنانچہ آج بھی یہ مبارک خدمت ہمارے خاندان ہی کا حصّہ ہے اس بنا پر مجھے سب سے زیادہ خوشی ہو رہی ہے کہ یہاں بھی مدارِ عالیہ کی فضا قائم ہے آخر میں میں تمام مہمانانِ گرامی کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس بابرکت محفل میں شرکت کا موقع دیکر سرفراز فرمایا۔

جناب فہیم الدین راہی جنرل سکریٹری انجمن فدایانِ مدارِ اعظم (رجسٹرڈ) کراچی نے اپنی تحریری تقریر پڑھتے ہوئے کہا کہ مجھے اِس بات پر فخر ہے کہ دانشوروں کی اِس محفل میں جو حضرت سید بدیع الدین احمد قطب المدارؒ پر تحقیق کے سلسلے میں منعقد کی گئی ہے۔ شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس متبرک محفل میں علمی شخصیات کے سامنے اظہارِ خیال کا موقع ملا۔ جس جید بزرگ ہستی پر تذکرہ کرنا چاہتا ہوں اُس عظیم المرتبت ولی ازلی پر ماضی میں بہت سی بزرگ شخصیات نے قلم اُٹھایا ہے اور عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے مگر افسوس کہ وہ خود اور اُن کی تصانیف کے تذکرے عام کتب و تواریخ کے ذریعے منظرِ عام پر نہ آسکے صرف متعلقہ لوگوں کی تسکین کا باعث بنے رہے کچھ معدوم و مفقود ہوئے جن کے حوالجات ملتے ہیں اور کچھ موجود ہیں مگر وہ نادرِ زمانہ ہیں اِس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ حیاتِ شاہ مدارؒ کے جو پہلو ماضی کی تصانیف کی روایات سے اجاگر ہوتے ہیں اُن کو سامنے لایا جائے اِس سلسلے میں حضرت شاہ مدارؒ کے ان چودہ سو بیالیس خلفائے کرام کے علاوہ جن کا تذکرہ حضرت خواجہ سید حفظ الرحمٰن نرالے شاہ جعفری نے "رسالہ حی المدارؒ" میں کیا ہے کہ ایک خلیفہ حضرت احمد بن مسروقؒ ہیں جو نیشاپور میں تولد ہوئے۔ اور مابعد خراسان اور بغداد میں مقیم ہوئے جن کا تذکرہ مدارِ اعظمؒ حصولِ حمدیت، تذکرۃ الاولیاء، کشف المحبوب وغیرہ میں کیا گیا ہے اوّل الذکر دو کتب میں حضرت شاہ مدارؒ سے اُن کی بیعت و خلافت

اور فیض کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے آخرالذکر دو کتب میں صرف اتنا ہی تذکرہ ہے کہ حضرت احمد بن مسروق کو حضرت قطب المدارؒ کی صحبت حاصل رہی ہے۔ گویا کہ پہلی کتب کی روایات کی تصدیق ہوتی ہے۔ یعنی آخرالذکر کتب کے تذکروں سے اوّل الذکر کتب کے مرقومات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ واقع احمد بن مسروق کو حضرت شاہ مدارؒ کی صحبت رہی ہے۔ اس لئے اوّل الذکر کتب کی روایات ہر قسم کے شک و شبہات سے بلند و بالا ہیں۔ غور کیجئے کہ حضرت احمد بن مسروقؒ کا زمانہ کیا ہے۔ اور اُن کے زمانے میں معروف شخصیت کون سی تھی۔ اس سلسلے میں مذکورہ کتب کے بیان کے مطابق حضرت جنید بغدادیؒ کی شخصیت موجود تھی اور اُن کی احمد بن مسروقؒ سے ملاقات کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ بیان کے مطابق حضرت احمد ابن مسروقؒ کا وصال ۳۰۹ھ میں ہوا۔ اور حضرت جنید بغدادیؒ کا وصال ۳۰۲ھ میں ہوا۔ جبکہ حضرت شاہ مدارؒ خلیفہ متوکل علی باللہ بن معتصم علی باللہ کے عہد اقتدار میں ملک شام شہر حلب میں ۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اُن تاریخوں کو بیان کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ بعض لوگ حضرت شاہ مدارؒ کی کبرسنی پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ شاہ مدارؒ کی تاریخِ ولادت شک و شبہات سے بالاتر ہے وہ احمد بن مسروقؒ اور جنید بغدادیؒ کے دور میں خراسان گئے تھے۔ جہاں سے واپسی پر بغداد میں اُن سے ملاقاتیں ہوتی تھیں خاص طور پر حضرت شیخ عبدالقادر ضمیریؒ نے جب حضرت قطب المدارؒ کے اعزاز میں ایک دعوتِ خاص کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں حضرت احمد بن مسروقؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ نے بھی شرکت کی تھی اِس موقع پر حضرت احمد بن مسروقؒ نے حضرت شاہ مدارؒ کی اُن مہربانیوں کا تذکرہ کیا تھا جو بقائے نسل اور ولایت پر فائز کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر کو حضرت احمد بن مسروق نے مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت شاہ مدارؒ کے ہمراہ ہندوستان کے سفر پر جائیں شیخ ضمیریؒ نے احمد بن مسروق کے ہی مشورے پر عمل کیا۔

حضرت شاہ مدارؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بزمِ جمال میں حکم دیا کہ ہندوستان جاؤ تو حضرت شاہ مدارؒ حضور ختم رسل کے ایما پر ہندوستان کے لئے عازم سفر ہوئے۔ آپ بصرہ تشریف لائے مگر یہاں سے کوئی جہاز آپ کو ہندوستان جانے والا نہیں ملا۔ بصرہ اُن

دِنوں قحط سالی کا شکار تھا آپ سے لوگوں نے دعا کی التجا کی، آپ نے دُعا فرمائی اللہ نے رحم و کرم کیا، بارش ہوئی، جس سے قحط سالی رفع ہوئی قحط سالی کے دوران ہندوستان سے کچھ تاجر غلہ لیکر آئے تھے۔ جن کا جہاز جدّہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز تھا۔ وہ بصرہ سے رخصت ہوکر ہندوستان جانے کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ حضرت شاہ مدارؒ نے اُن سے بات چیت کی تو وہ حضرت کو ہندوستان اپنے جہاز میں لے جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ اِس وقت حضرت کے ہمراہ عقیدت مندوں کی بھاری تعداد تھی۔ جب آپ تاجروں کے ہمراہ جدّہ تشریف لائے، جدّہ سے جہاز میں سوار ہوئے تو گنجائش کے مطابق ۲۳ مریدین کو ساتھ لیا بقیہ کو رخصت کیا جن کو ساتھ لیا۔ ان میں حضرت شیخ عبدالقادر ضمیریؒ شامل تھے۔ جہاز جب جدّہ سے چل دیا، بحرِ قلزم میں گرم سفر ہوا تو جو بیس درویشوں پر مشتمل جماعت نے حضور ختم المرسلؐ پر درود و سلام بھیجے یہ بات تاجروں کو ناگوار گزری۔ جو ضرورت سے زائد منافع کما کر دولت کے نشے میں مدہوش تھے۔ اُنھوں نے درویشوں کو بُرا کہا اور زد و کوب بھی کیا، جس کا صدمہ حضرت شاہ مدارؒ کو ہوا مگر صبر کیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر ضمیریؒ فرماتے ہیں کہ "بحرِ قلزم میں یک بیک طوفان آیا جس کے تھپیڑوں نے جہاز کو دو پارہ کر دیا تمام تاجر غرقِ بحر ہوئے سات درویش بھی غرق ہوئے۔ بقیہ سب درویش جہاز کے ٹوٹے ہوئے تختوں پر بیٹھے بہتے ہوئے جا رہے تھے۔ ان میں بھی تین درویش غرقِ بحر ہو گئے۔ حضرت شاہ مدارؒ نے ایک مناجات پڑھی اور رحم طلب کیا۔ شیخ ضمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی دعا مقبولِ بارگاہ ہوئی۔ اللہ کی رحمت سے وہ تمام تختے جن پر درویش بیٹھے تھے معًا مالا بار کے ساحل سے جا لگے۔ حضرت شاہ مدارؒ نے شکرِ باری تعالیٰ ادا کیا۔ ایک صحرا ابدال نے حضرت سے کہا "اے سعیدِ ازل تم کو ہمارے آقا نے طلب کیا ہے"، حضرت صحرائی ابدال کے ہمراہ چل دیئے ہم لوگ اُن کے ساتھ ایک رفیع الشّان باغ میں پہنچے۔ جس میں ایک خوبصورت عمارت تھی۔ جس کا نام کدو نگار تھا۔ ہمیں تو کدو نگار کے دروازے پر ٹھہرنے کی ہدایت کی حضرت شاہ مدارؒ محل کے اندر تشریف لے گئے

کافی دیر بعد آپ تشریف لائے تو ہم آپ کو دیکھ کر حیرت میں پڑھ گئے۔ آپ کے چہرے پر سیاہ نقاب تھا۔ دریافت کرنے پر حضرت نے واقعہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے ایک لباس زیب تن کرایا اور فرمایا بغیر دھلے ہمیشہ پاک وصاف رہے گا نو لقمے شیر برنج (کھیر۔ دودھ، چاول) کھلائے اور فرمایا اب تم کو اکل وشرب کی حاجت نہ ہوگی۔ تاحیات دائم الصائم رہو گے۔ مجرد زندگی بسر کرنا ہوگی، میرے چہرے پر ہاتھ پھیر کر چہرہ مجلی نورانی فرما دیا، نقاب سیاہ عطا کیا، یہ آپ فرما ہی رہے تھے کہ چہرے کا نقاب ہلا ہماری نظر چہرے پر پڑی ہم دیکھتے ہی بیہوش ہوگئے۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا تو ہم آپ کی غایت درجہ تعظیم کرنے لگے۔ اور یہ واقعہ چونکہ دیکھنے میں آیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کو عالم رویائے یاد کیا۔ آپ کے نور وجمال کی نسبت سے مقام کدو نگار، کدو نگار نور سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ تھے اقتباسات حضرت شیخ عبدالقادر ضمیری کی تحریر کے اسی واقعہ کو حضرت قاضی محمود دانشمند (انڈیا) نے لکھا ہے جو حضرت شاہ مدارؒ کے خلیفہ تھے۔ اور اُن سے طالبان سلسلہ جاری ہوا جو کئی گروہ پر مشتمل ہے۔ وہ ایمانِ محمودی میں تفصیل سے جہاز کی تباہی اور واقعہ عالم رویا بیان کرتے ہیں۔ اُنہوں نے رسالہ میفر باید میں اقتباسات تحریر کئے ہیں۔ اِس کے علاوہ یہ واقعہ مختصر انداز میں اہلِ سلسلہ کی متعدد کتب میں مرقوم ہے۔ مگر عام کتب وتواریخ میں یہ واقعہ تحریر نہیں ہے۔ لیکن واقعہ عالم رویا میں حضور پر نورؐ کی معرفت حق تعالیٰ نے جو نعمتیں حضرت شاہ زندہ مدارؒ کو عطا فرمائیں۔ شیر برنج، لباس، نور وجمال وغیرہ ان کی جو صفات ہیں۔ وہ اور اُن کے اثرات کا تذکرہ تو عام کتب وتواریخ میں موجود ہے۔ جو نعمتوں کی تصدیق کرتا ہے اور نعمتوں کی تصدیق سے واقعہ عالم رویا کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر یہ واقعہ ماضی کے بزرگوں کی نظر میں کم اہمیت رکھتا تو مابعد کے مصنفین نعمتوں کی صفات وتاثیرات کا تذکرہ نہیں کرتے اس کے برعکس شائخین، محدثین، مقررین، مصنفین اور مورخین نے اپنے اپنے الفاظ میں لکھا

ہے کہ شاہ مدارؒ نے جو لباس پہنا وہ بغیر دھلے ہمیشہ پاک وصاف رہا۔ تاریخ نے لکھا اس پر کبھی مکھی تک نہ بیٹھی اسی طرح لکھا ہے کہ شاہ مدارؒ کھاتے پیتے نہیں تھے (ہمیشہ رات دن کے روزے سے رہے) اللہ نے اُن کو وہ نور وجمال عطا کیا تھا جو دیکھتا سجدے میں گر جاتا، غایت درجہ تعظیم وتکریم کرتا تھا۔

مراتب ومدارج کے بارے میں بھی بہت کچھ لکھا ہے، اس طویل تحریر سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت شاہ مدارؒ کے اوصاف حمیدہ یعنی لباس، نور جمال، دائم الصوحی اور صمدیت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کسی بات پر کسی کو حیران ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کا قائل ومعترف ہوتے ہوئے عطائے ربی پر یقین کرلینا چاہیئے یہ وہ اصلیت ہے۔ جس کا کروڑوں کی تعداد میں لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے اور متاثر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، حضرت میر جعفرؒ مکی، محمد غوثی شطاری، داراشکوہ، مولوی ابو العلا دانا پوری ظہر احمد شاہ وغیرہ نے بھی اپنی تصانیف میں حضرت زندہ شاہ مدارؒ کو اور اُن کے اوصاف کو فراموش نہیں کیا، بعض نے تو آپ کے سفر کے بارے میں بھی کھُل کر اظہار خیال کیا ہے۔ کسی نے دنیا کے سفر کی تفصیل لکھی ہے تو کسی نے صرف یہ کہا ہے کہ حضرت شاہ مدارؒ نے تمام دنیا کا سفر کیا ہے۔

میری نظر میں جن چیزوں کی اہمیت ہے وہ حضرت شاہ مدارؒ کی کرسنی، اوصاف، تعلیمات، دنیا کا سفر، خدمات اور علمی فضلیت ہے، لیکن میں نے آج کرسنی، اوصاف کے بارے میں تاریخی شواہد پیش کرتے ہوئے حقائق واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری اس سعی کو نگاہ استحسان سے دیکھا جائے گا

آخر میں ادارہ مکتبہ کاشفیہ کراچی (پاکستان) کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کے اراکین نے مجھے سعادت بخشی۔

جناب سید صادق علی بابو میاں صدر بزمِ عاشقانِ مدارِ اعظم پاکستان نے جو ۲۳ اپریل ۱۹۸۰ء کو منعقدہ خصوصی علمی و تحقیقی نشست کی صدارت فرمارہے تھے نشست کی کامیابی پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اس طرح اظہار فرمایا۔

باری تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اُس نے اصحاب کہف کو مدت دراز تک غار میں سُلائے رکھا اور جب اٹھانا چاہا، تو جگا دیا۔ جاگ اُٹھنے پر اہلِ غار کو اس طویل تین سو نو سال کی مدت کا احساس تک نہیں ہونے دیا، وہ یہی سمجھے کہ ایک رات یا اس سے بھی کم مدت کے لئے غار میں سوئے مگر جب اللہ نے اپنا کرم اور قدرت ان پر آشکار کرنا چاہا تو اُن کے دلوں میں وہ بات ڈالی جس کے تحت ان میں سے کوئی شہر گیا بازار سے ہی کھانے پینے کی اشیاء خریدی اور دوکاندار کو چیزوں کے عوض سکے دیئے، جن کی پہچان کسی زمانہ شناس کو بھی مشکل ہی سے ہوئی اُس وقت اہلِ غار پر یہ واضح ہوا کہ وہ زمانہ جس کے حالات سے دوچار ہو کر ہم غار تک پہنچے تھے، بیتے ہوئے بھی صدیاں گذر گئیں، ہمارے پروردگار نے ہمیں اُس سے نجات بخشی کہ بے شک وہ بڑی شان و قدرت والا ہے اُس نے جہاں میں اپنی شناخت کے لئے اسی طرح اور بہت سی نشانیاں قائم کی ہیں جن سے اسکی شان و قدرت، عطا و عنایت اور بندہ پروری کی صورت میں آشکار ہو رہی ہے، حضرت شاہ مدار کے یگانہ اوصاف اور نادرِ زمانہ

تصرفات بھی عطائے ربّی کی ایک مثال بن کر رہ گئے ہیں، بے شمار لوگ جن سے متاثر ہو کر اُس کی شان و قدرت کے قائل و معترف ہوئے اور اُس پر ایمان لائے، یہ کرم نوازی بھی اُسی کی ہے کہ اہلِ سلسلہ مدارِ عالیہ کو جو نظریہ وحدت الشہود کے مخالف حالات سے مایوس ہو کر گم نامی کی خاموش زندگی بسر کر رہے تھے، غار والوں کی طرح صدیوں تک سلائے رکھا جب وہ حالات جن سے وہ دو چار ہوئے تھے ختم ہو گئے اور ساز گار حالات رونما ہوئے تو انہیں جاگ اٹھنے کا مژدہ سنایا، اور اُن کے ہمدرد و ہمنوا لوگ پیدا کر دیئے جو اُن کے دلوں کی آواز بن کر گونج اٹھے، اور صاحبِ استعداد سے ہمدردی و ایثار اور اہلِ فکر و نظر سے حق و انصاف طلب کرنے لگے۔

حق تعالیٰ نے جن کو چاہا حضرت قطب المدارؒ کے حالات کی تدقیق و تحقیق پر رجو کیا، اور جن کو چاہے گا رجوع کرتے ہوئے سرفرازی بخشے گا، آج کی یہ نششت جس میں شریک دانشوروں نے حضرت زندہ شاہ مدارؒ پر تحقیقی عمل شروع کیا ہے، یہ عمل اس بات کی نشان دہی کر رہا ہے، کہ اللہ اپنے منتخب بندوں کے ہاتھوں سے اپنے دوست حضرت شاہ مدارؒ کے تحقیقی حالات منصۂ شہود پر جلوہ گری پیش کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ اپنی اُن نشانیوں کو جو شناخت کے لئے قائم کی ہیں، رہتی دنیا تک دائم رکھنا چاہتا ہے، تاکہ لوگ اُس کی شان و قدرت، عطا و عنایات کا مشاہدہ کرتے رہیں اور اُسے پہچانتے رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اُن کے معدوم ہونے سے غافل نہ ہو جائیں اس لئے قرآن میں اُن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے "ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا" کے تحت غور و فکر کی دعوت دی ہے، جس سے نشانیوں کی اہمیت واضح ہوتی ہے، حاصل کلام یہ کہ اس نے اپنی شناخت کے لئے جو نشانیاں کائنات میں چھوڑی ہیں وہ لوگوں کے مشاہدے میں آتی رہیں، اور آئندہ بھی اس عظیم مقصد کے پیشِ نظر حق تعالیٰ نے حضرت شاہ مدار کے اوصافِ حمیدہ کو معدوم نہیں ہونے دیا حالات خواہ کچھ رہے مگر پروردگارِ عالم نے ہر اس تذکرہ نگار سے اوصافِ حمیدہ کی تائید و تصدیق کرائی، جس تذکرہ نگار نے حضرت شاہ مدار کا تھوڑا یا بہت تذکرہ کیا، حضرت شاہ مدارؒ کی کبر سنی، دائم الصومی

لباس، کی پاکیزگی وتاثیراتِ صفات، اور نور وجمال کی یگانہ حیثیت مختلف اندازِ فکر کے تحت اپنے مخصوص جملوں میں بیان کی ہے، اِس سلسلے میں اہلِ سلسلہ کی تصانیف تو نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں دیگر معزز علمی شخصیات، مفسّرین و محدّثین، مصنّفین و مورخین کی تحریرات بھی اِن تمام چیزوں کی اصلیت وحقیقت واضح کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت شاہ مدار کے اوصاف جو عطائے ربّی کا اور تصرفات جو ودیعتِ الٰہی کا ایک مرقع ہیں جن کا کروڑوں کی تعداد میں لوگوں نے مشاہدہ کیا اور متاثر ہو کر ایمان لائے ان کو اُجاگر کرنے کے لئے اُس نے جن لوگوں کو اِس طرف رجوع کیا ہے وہ لوگ منشائے الٰہی کے مطابق کام انجام دیتے رہیں گے۔

کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے، اُسی نے یہ اسباب پیدا کئے ہیں، اُسی نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی ہے، اور حضرت شاہ مدار کے حالات کی تدقیق کے ذریعے تحقیق پر رجوع کیا ہے، آئندہ بھی وہ جن کو چاہے گا، منتخب فرمائے گا، اور اُن سے کام لے گا، یہ تو اُس کی مرضی ہے جب چاہے جس کو چاہے جتنا چاہے نواز دے اُس کی نوازشات وعنایات اور عطا پر ہمیں حیرانی کیوں ہے؟ کیا ہم اُس کی شان و قدرت سے نہ آشنا ہیں، اُس پر یقین نہیں رکھتے اور اگر ہم آشنا ہیں اور یقین رکھتے ہیں تو سرتابی کیسے کر سکتے ہیں۔ ہم تو اُس کی بندہ نوازی، عنایات وعطا اور ودیعت وکرم نوازی پر ایسا ہی یقین رکھتے ہیں جیسے اس کی بندہ پروری پر یقین و ایمان رکھتے ہیں۔

کیا کوئی اِس حقیقت افروزی سے انکار کر سکتا ہے کہ جو کام گذشتہ صدیوں سے انجام نہیں دیا گیا، وہ اس دور میں بغیرِ حکم ربّی انجام پا سکتا ہے؟.......

اس لئے میں یہ بڑے وثوق کے ساتھ عرض کرونگا کہ یہ سب کچھ منشائے الٰہی کے تحت ہی ہو رہا ہے جو لوگ اس سلسلے میں اپنا وقت، ذہن اور اپنی نیک کمائی میں سے دولت کا حصہ صرف کر رہے ہیں انہیں دنیا میں تو اس کا صلہ ملے ہی ملیگا، آخرت میں

اجرِ عظیم ملیگا، اور اللہ اُن کو عزیز رکھے گا جس نے انہیں اس کام پر معمور کیا ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون خوش بخت ہیں؟ جن کو اللہ نے اِس کام کے لئے منتخب کیا ہے، وہ کن لوگوں کو ترجیح دے رہا ہے، یقیناً وہ جن کو فوقیت دے رہا ہے وہ اس کے پسندیدہ بندے ہیں جو حضرت شاہ مدار کے حالات پر تحقیق کر رہے ہیں۔

اِس کے ساتھ ہی میں ماضی کے اُن تذکرہ نگاروں کا بھی بہت ممنون و مشکور ہوں جن کے مختصر سے ہی تذکروں کی روشنی میں آج حضرت شاہ مدار پر ملک کے دانشوروں نے تحقیقی عمل شروع کیا ہے، اور چھان بین کے بعد اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے، ورنہ ماضی کے تذکروں کے بغیر تاریخی شواہد سے محروم ہونا پڑتا صرف اہلِ سلسلہ مدارِ عالیہ ہی کی کتب و تواریخ پر اکتفا کرنا پڑتا جو صاحبِ تذکرہ عام کتب و تواریخ کی تائید و حمایت اور تصدیق سے محروم ہوتیں، محض اہلِ سلسلہ کی موجودہ تعداد اور حضرت شاہ مدار کے نام پر جن مقامات کے نام ہیں اُن کی تعداد سے ماضی کی تعداد کا اندازہ کیا جاتا، محاصلہ اندازوں سے اور دیگر اسی قسم کی نشانیوں سے جو مشاہدے میں آرہی ہیں تائید و حمایت اور تصدیق حاصل کی جاتی، مگر قربان جایئے اُس ذات کے کہ جو علیم و خبیر ہے جس نے تذکرہ نگاروں کے مختصر ہی تذکروں میں بعض ایسی باتیں بھی شامل کرا دیں جو محققّین کے لئے معاون و مددگار ثابت ہو رہی ہیں

اس سلسلے میں عہدِ جہانگیری کے ایک معروف معتبر تذکرہ نگار، محمد غوثی شطّاری کی تصنیف "گلزارِ ابرار" نمایاں کردار ادا کر رہی ہے، محمد غوثی نے گلزار ابرار میں اپنے دور سے پہلے کے ادوار کے تذکرہ نگاروں کے اِس رویّہ کو جو انھوں نے حضرت مدار کے حالات تحریر کرتے وقت روا رکھا ہے، نشانہ بناتے ہوئے واضح الفاظ میں اعلانیہ طور پر کہا ہے "کہ حضرت شاہ مدار کے حالات تذکرہ نویسوں نے امکانِ عقلی پر مبنی کر کے لکھے ہیں،" اس کا مطلب یہ ہے کہ تذکرہ نگاروں نے حضرت قطب المدار کے حالات فہم و ادراک سے بالاتر سمجھ کر اپنے تذکروں میں حذف بھی کر دیئے ہیں، لطف کی بات یہ ہے کہ خود محمد غوثی نے اپنے تذکرے "گلزارِ ابرار" میں تحریر کیا ہے کہ مگر راقم نے جو

حکایتیں عیادۂ ممکنات سے نہیں تھیں اور جن سے عقل جو مقیّد بہ وتوع ہے گریز کرتی تھی، نہیں لکھی ہیں'' موصوف کی صاف گوئی تو قابلِ قدر ہے، جو اُن کی نیک نیتی اور سچائی ظاہر کرتی ہے، مگر انہوں نے بعید از فہم، حالات و واقعات سے متعلق روایات و حکایات رد کرنے کی جو دلیل پیش کی ہے، وہ بہت کمزور ہے، بالغرض تھوڑی دیر کے لئے ہم اُن کی یہ دلیل تسلیم کئے لیتے ہیں، اور اسی کو معیار قائم کئے دیتے ہیں، ایسی صورت میں اِس مقرّہ معیار پر پورے نہ اترنے والے دیگر حالات و واقعات اور ان سے متعلق روایات و حکایات کے بارے میں کیا خیال ہے؟ غور کیجیئے۔۔
کیونکہ خوارق د تصرّفات کی تمام اقسام بعید از فہم ہی ہوتی ہیں، جن سے روحانی و مذہبی کتب و تواریخ کے ابوابُ مزّین و منوّر ہیں۔

اِسی لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ آخر یہ خصوصیت حضرت قطب المدار کے حالات تحریر کرتے وقت کیوں روا رکھی گئی؟ آخر وہ کون سے حالات ایسے تھے، جن سے تذکرہ نگاروں کو متاثر ہونا پڑا، ظاہر ہے کوئی نہ کوئی بات یا تحریک ایسی ضرور ہوگی جو اُن پر اثر انداز ہو کر اظہارِ خیال کے آڑے آرہی ہوگی، ورنہ محمد غوثیؒ جیسا بے باک اور صاف گو مصنّف جو دوسرے تذکرہ نگاروں کو حضرت شاہ مدارؒ کے بعید از فہم حالات حذف کرنے کا موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے، وہ خود بھی اِسی عیار پر پرکھتے ہوئے شاہ مدارؒ کے حالات حذف کر رہا ہے اور نہایت ہی سچّائی سے نیک نیتی کے طور پر حالات حذف کرنے کا اظہار بھی کر رہا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف ما قبل کے حالات سے بخوبی واقف تھا، اور جو بات یا تحریک اظہارِ خیال میں اس کے آڑے آرہی تھی، اُس کی اہمیت کا اندازہ بھی اُسے تھا، وہ ہر بات کو سچّائی کے طور پر بیان کرنا چاہتا تھا، مگر مجبور تھا، اس کے باوجود اُس نے مذکورہ جملوں میں بہت سے گوشے اور پہلو اُجاگر کر دیئے اِس کا تذکرہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، اُس نے ذکرِ شاہ مدار چھیڑنے سے پہلے جو تمہید باندھی ہے اُس سے ادب و احترام، شان و شوکت، مراتب و مدارج، عزّت و عظمت، رفعت کا پتہ چلتا ہے جو اُس کے دل میں

اور ذہن پر طاری تھی، اُس نے دربارِ عام پر بھی نہایت عمدہ انداز میں روشنی ڈالی ہے جو عوام کی فائدہ رسانی کے لئے حضرت شاہ مدارؒ ہفتے میں ایک دن منعقد کیا کرتے تھے، اس نے حضرت شاہ مدار کے اوصافِ حمیدہ نہایت سچّائی سے بیان کئے ہیں خاص طور پر لباس کی پاکیزگی، تاثیراتِ صفات، کبر سنی، دائم الصومی، صفاتِ نور و جمال پر روشنی ڈالی ہے، شاہ مدار کے جمال کے بارے میں تو صاف طور پر لکھا ہے کہ نور الٰہی کی جھلک پائی جاتی تھی، اُس نے حضرت زندہ شاہ مدارؒ کے حالات کا اچھی طرح جائزہ لیتے ہوئے اُن کے دور کو پر معرفت زمانہ قرار دیا، اُس کے اِس جملے سے قطبِ عالم حضرت شاہ مدارؒ کے دور کی پوری طرح عکّاسی ہوتی ہے، کیونکہ مصنّف موصوف حضرت شاہ مدارؒ کی تعلیمات و تربیت اور اُن کے اثرات سے جو ہندوستانی معاشرے پر اثر انداز ہو کر چھائے ہوئے تھے، نہ صرف بخوبی آشنا تھا، بلکہ وہ اُن سے بڑی حد تک متاثر بھی تھا، جب ہی اُس نے شاہ مدارؒ کے دور کو پر معرفت زمانہ قرار دیا ہے، یہاں یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ وہ حضرت حی المدارؒ کے نظریۂ وحدت الشہود کی ترویج اور پھیلاؤ سے بھی آشنا تھا، جو قرآنی تعلیمات کے مطابق وحدتِ الٰہیہ کی پاکیزگی کا علمبردار رہا "واحد لاشریک" اور "لم یلد ولم یولد" کی صفات سے مزیّن اور منوّر ہے، جس کی وجہ سے صفاتِ مذکور کے خلاف اثرات سے گریز کرتا ہے، یہاں تک کہ منافی نظریات کو حضور اکرمؐ کی سیرت و کردار کے منافی تصور کرتے ہوئے تشکیک آلود قرار دیتا ہے، وحدت الشہود کا مطلب بیان کرتے ہوئے حضرت خواجہ نیر کے شاہ میاں جعفری فرماتے ہیں، ذرّے ذرّے سے اللّٰہ کا شہود ہے، اُسی کی شان و قدرت کی شہادت مل رہی ہے، اُسی کی تخلیق عیاں ہو رہی ہے، وہی آشکار ہو رہا ہے، اُس کا جلوہ ہر شے سے عیاں ہے۔ اُس کی شان ہر چیز سے ظاہر ہے، آدمی کی بھی رگِ گلو سے قریب ہے مگر اُس طرح کہ کوئی شے یا جز اُس کے وجود کا حصّہ نہیں، وہ اُن تمام باتوں سے بالا و برتر ہے ایک ایسا مقدس ترین نور ہے جس کی تطبیق کسی شے سے نہیں پیش کی جا سکتی وحدت الشہود ہر اُس خیال و تصور اور نظریہ کی نفی کرتا ہے جو قرآنی آیات کی نفی کے مترادف ہو،

معلوم ہوتا ہے اِن تمام باتوں سے گلزارِ ابرار کا مصنّف محمد غوثیؒ بخوبی واقف تھا، جن کے پیش نظر اُس نے قبلۂ عالمؒ حضرت زندہ شاہ مدار کی تعلیمات و تربیت کی امتیازی حیثیت سے جو مابعد سلسلہ مدارِ عالیہ کے زوال کا اصل سبب نظر آتی ہے مکمل واقفیت کے بعد ہی پرمعرفت زمانے کی خاصیت کی تعریف اِن جملوں میں بیان کی ہے کہ "حضرت شاہ مدار کا پرمعرفت زمانہ تھا جس میں رازِ وحدت کے ظاہر کرنے سے نہایت روک ٹوک تھی، ظاہر شریعت کی مخالفت سے لوگوں کے دلوں میں غایت درجہ کا خوف سمایا ہوا تھا" یہاں "رازِ وحدت" کا جملہ استعمال کرنے کی وجہ بھی محمد غوثیؒ کی شطاریہ سلسلے کی نسبت سے واضح ہو جاتی ہے یعنی محمد غوثیؒ شطاری حضرت شیخ عبداللہ شطاری کے سلسلے سے منسلک تھا جو اس وقت ہند میں غالباً نظریہ وحدت الوجود کے مویٔد شمار کئے جاتے تھے، اس لئے مصنف موصوف نے بجائے یہ لکھنے کے کہ وحدت الشہود کے مطابق اللہ کی پاکیزگی کے خلاف اظہار کرنے پر نہایت روک ٹوک تھی، رازِ وحدت کے اظہار پر نہایت روک ٹوک تھی کا جملہ استعمال کیا ہے جس میں مصنّف کے عقیدے کو دخل ہے مگر مصنّف نے نہایت ہی عقلمندی سے کام لیتے ہوئے سچی بات بھی بے دریغ بیان کر دی اور اپنے اُس نظریہ کی بھی پاسداری کرتے ہوئے تحفظ کیا اس پر مطلق حرف نہ آنے دیا، جس کا وہ پیروکار تھا، جب ہم اہلِ سلسلہ کی تصانیف کے فرمودات پر غور کرتے ہیں تو محمد غوثی کے اندازِ فکر د بیان کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کیونکہ ماضی کی تحریراتِ اہلِ سلسلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شاہ مدار کے دور میں وحدت الشہود کے منافی نظریات سے حتی الوسع گریز کیا جاتا تھا، شریعتِ محمدیؐ کی سختی سے پابندی کرائی جاتی تھی، یہی وہ خصوصیات ہیں، جو حضرت شاہ مدار کے دور کو پرمعرفت زمانہ سے یاد کرنے پر محمد غوثی کو مجبور کر رہی تھیں، اِن سے حضرت شاہ مدار کی پاکیزہ خیالی اور نظریہ کی ترویج و پھیلاؤ اور تعلیم و تربیت کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جس سے شاہ مدار کے سلسلے کی وسعت اور ان کی خود کی ناقابل فراموش شہرت و مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

▽

شوق نیاز و عشق کے سانچے میں ڈ
یہ کوچۂ حبیب ہے آنکھوں سے چل
اے رہروانِ شوق یہاں سر کے بل
چلو

آئے ہیں یہاں باادب یہاں احتیاط و

مشقِ شرابِ عشق محبت سے بڑھ
آتا ہے تو جو شہرے

یکے از مطبوعاتِ مکتبۂ کاشفیہ پاکستان